تاریخ الفقہ والفقہاء

تالیف
حضرت مولانا مفتی حماد اللہ وحید صاحب دامت برکاتہم العالیہ
رئیس دارالافتاء جامعہ انوار القرآن، کراچی

زمزم پبلشرز

تاریخ الفقہ والفقہاء

چاروں ائمہ کے حالات اور ان کی فقہی خدمات برصغیر میں اسلام کی آمد اور یہاں کے فقہاء کی خدمات تخصص فی الفقہ کے علماء کے لئے نہایت مفید کتاب۔

— تالیف —

حضرت مولانا مفتی حماد اللہ وحید صاحب دامت برکاتہم العالیہ

رئیس دارالافتاء جامعہ انوار القرآن، کراچی

زمزم پبلشرز

نزد مقدس مسجد اُردو بازار کراچی

کتاب کا نام .... تاریخ الفقہ والفقہاء
تاریخ اشاعت .... دسمبر ۲۰۰۴ء
باہتمام .... احباب زمزم پبلشرز
کمپوزنگ .... فاروق اعظم کمپوزرز کراچی
سرورق ....
مطبع ....
ناشر .... زمزم پبلشرز کراچی
شاہ زیب سینٹر نزد مقدس مسجد، اردو بازار کراچی
فون: 2725673 - 2760374
فیکس: 2725673
ای میل - zmzm01@cyber.net.pk

ضروری گزارش

ایک مسلمان، مسلمان ہونے کی حیثیت سے قرآن مجید، احادیث اور دیگر دینی کتب میں عمداً غلطی کا تصور نہیں کر سکتا۔ سہواً جو اغلاط ہوگئی ہوں اس کی تصحیح و اصلاح کا بھی انتہائی اہتمام کیا ہے۔ اسی وجہ سے ہر کتاب کی تصحیح پر ہم زر کثیر صرف کرتے ہیں۔

تاہم انسان، انسان ہے۔ اگر اس اہتمام کے باوجود بھی کسی غلطی پر آپ مطلع ہوں تو اسی گزارش کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہوسکے۔ اور آپ "تعاونوا علی البر و التقوی" کے مصداق بن جائیں۔

جزاکم اللہ تعالیٰ جزاءً جمیلاً جزیلاً

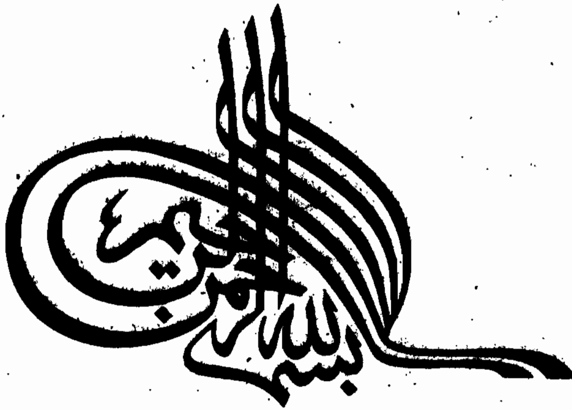
منجانب

احباب زمزم پبلشرز

ملنے کے دیگر پتے:
دار الاشاعت، اردو بازار کراچی
قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی
صدیقی ٹرسٹ، لسبیلہ چوک کراچی
مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ



انتساب

میں اپنی اس حقیری سی کاوش کی نسبت اپنے مشفق اور مہربان والد کی طرف کرتے ہوئے قلبی سکون محسوس کر رہا ہوں، جن کی بے پناہ شفقتوں، لازوال کرم فرمائیوں بہترین تربیت اور اچھی سرپرستی کی بدولت میں ہاتھ میں قلم پکڑنے کے قابل ہوسکا۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

علم فقہ اور فقہاء دین کی تاریخ اتنی قدیم ہے کہ جتنی کہ خود دین اسلام کی تاریخ قدیم ہے۔ ایک مؤرخ کے لئے ناممکن ہے کہ تاریخ اسلام کے تذکرے میں فقہاء کی فقہی خدمات اور اس علم کے ساتھ علماء امت کی غیر متزلزل وابستگی، امت مسلمہ کا اس علم کی طرف احتیاج اور ایک اسلامی معاشرے کی تشکیل میں اس علم کی ضرورت و افادیت سے صرف نظر کر سکے لیکن اس افسوس ناک حقیقت سے بھی انکار کی گنجائش نہیں کہ سن ۱۸۵۷ صدی عیسوی میں کچھ ایسے اصحاب عقل وخرد پیدا ہوئے جنہوں نے ایک خاص ایجنڈے کے تحت ارشاد خداوندی:

﴿اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم﴾

کے مصداق فقہاء امت کی عظیم الشان اور ناقابل انکار خدمات کا انکار کر کے سورج کی روشنی کو انگلی سے چھپانے کی ناکام جسارت کے مرتکب ہوئے اور علم فقہ کے علی الرغم قرآن وحدیث کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا دعویٰ کر بیٹھے جب کہ علمائے حق کی قوت استدلال کے آگے اہل ظواہر کے عناد پر مبنی خیالات کی حیثیت سطح آب پر بنتے پھٹتے بلبلوں سے زیادہ نہیں رہی، اور تاریخی صداقتیں آسمانی بجلی بن کر ان کے افکار کے گھروندے مسمار کرتی رہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج امت مسلمہ کا ہر آدمی کسی نہ کسی امام کی تقلید کو اپنے ایمان وعمل کی حفاظت اور دین اسلام کی حقیقی روح پر عمل پیرا ہونے کے لئے ضروری سمجھتا ہے۔ اور مسلمان ملت میں فقہاء کی خدمات سے استغناء برتنے والوں کی تعداد بس اتنی رہ گئی ہے جو کسی قطار میں بھی نہیں آتے۔

؎ حسد کی آگ میں کس کس کا گھر جلاؤ گے

کہ اہل عشق تو سارے جہاں میں رہتے ہیں

برصغیر پاک و ہند میں ایسے لوگ بھی ملیں گے جو زبان سے تو فقہ کی اہمیت کا انکار کرتے ہیں لیکن دل ان کے بھی فقہاء کی عظمت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں، یہی وجہ ہے کہ آج دینی تعلیم سے وابستہ ہونے والا کوئی بھی طالب علم، علم فقہ اور فقہاء کی تاریخ جاننے سے آنکھیں چرانے کا روادار نہیں۔ اور کوئی بھی علمی موضوع ان مزاج شناسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرے کے بغیر مکمل نہیں ہوتا اس واسطے ایک طویل عرصے سے اس ضرورت کو محسوس کیا جاتا رہا کہ علم فقہ سے نسبت رکھنے والے طلباء کی سہولت اور دلچسپی کے لئے علم فقہ اور فقہاء کی تاریخ ایسے انداز پر ترتیب دی جائے جو مختصر بھی ہو اور ایک گونہ جامع بھی۔ بعض بہی خواہ مسلسل اس کام کا بیڑا اُٹھانے کا مشورہ دیتے رہے لیکن اپنی علمی بے بضاعتی اور ہجوم مشاغل ہمیشہ آڑے آتے رہے جس کی وجہ سے بات معذرت پر ہی جا کر رک جاتی۔ لیکن جب سے جامعہ انوار القرآن میں افتاء کی نگرانی بندہ کے سپرد کی گئی اور فقہ کی خدمت کا اللہ رب العزت نے براہ راست موقع عنایت فرمایا تو اس احساس کی شدت میں اضافہ ہوتا گیا، اور اردو دان حضرات کے لئے ایک سادہ، عام فہم اور بے ساختہ طرز تحریر میں علم فقہ اور فقہاء کی تاریخ اسلوب سے ہٹ کر موضوع پر توجہ مرکوز رکھنے کا اہتمام کیا جائے۔ اس لئے توکلاً علی اللہ اس مشکل اور اعصاب شکن کام کی ابتداء کی گئی پھر ظاہر ہے کہ اس کام میں تاریخ اور فقہ کی کتابوں کی ورق گردانی، حالات و واقعات کی تلاش، عبارات و حوالہ جات کی تخریج اور اس ترتیب کی ضرورت کے لئے جس انتھک محنت کی ضرورت ہوتی ہے وہ مجھ جیسے ناتوان کے بس کا روگ نہیں تھا لیکن اللہ بھلا کرے میرے والد ماجد، میرے مربی اور شیخ حضرت مولانا عبدالوحید صاحب دامت برکاتہم کا جنہوں نے قدم قدم پر میری راہنمائی فرمائی اور حوصلہ بڑھایا اللہ جل شانہ کے

فضل وکرم اور حضرت والد صاحب کی مشفقانہ سرپرستی اور پدرانہ دستگیری کا نتیجہ ہے کہ ہم یہ اہم علمی اور تاریخی مواد آپ تک پہنچانے کے قابل ہوئے اللہ رب العزت انہیں اپنی شان کریمی کے شایان شان بدلہ عطاء فرمائیں۔

اس کتاب میں ہم نے کوشش کی ہے کہ موضوع کے حوالے سے ان بکھرے مضامین کو یکجا کیا جائے جن سے استفادہ ناممکن نہیں تو دشوار ضرور تھا، کیونکہ اس موضوع پر مستقل کوئی کتاب کبھی نظر سے نہیں گزری ہے اگر کوئی کتاب لکھی بھی گئی تھی تو اس میں چند مخصوص ادوار ہی کو لے کر سمیٹنے کی کوشش کی گئی تھی۔

جب کہ ہم نے اسلام کے صدر اول یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں علم فقہ، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے میں علم فقہ، تابعین کے زمانے میں علم فقہ اور فقہ اسلامی و ائمہ مجتہدین نیز تقلید محض کا دور اور اس کے ساتھ ساتھ عصر حاضر میں علم فقہ کی اہمیت کے ساتھ برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی آمد اور یہاں پر علم فقہ کی نشر و اشاعت اور اس علم کی پذیرائی اور یہاں کے فقہاء کی خدمات کے بارے میں مختصر اور جامع کلام کیا گیا ہے تو شاید موضوع سے متعلق کسی کتاب میں موجود ہو لہٰذا اس امید پر اپنی اس حقیر سی کاوش کو علماء کی خدمت میں پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ کہیں کوئی کمی کمی نظر آئے تو تصحیح اور تکمیل کی طرف توجہ دلائی جائے گی تاکہ صحیح سمت میں مزید پیش رفت کا حوصلہ پیدا ہو سکے۔ اور اپنی بساط کے مطابق کوشش کے باوجود بھی کتاب میں کسی قسم کی کوئی غلطی اور خطاء واقع ہو گئی ہو تو اس کو اس ناکارہ کی طرف منسوب کیا جائے اس بابت پیشگی معذرت کا اظہار اپنے بزرگوں کی خدمت میں اپنے لئے باعث سعادت سمجھتا ہوں۔ اس کار خیر میں جن حضرات نے میری مدد کی ہے میں ان کا تہ دل سے مشکور ہوں اور ان کے لئے دعاء گو ہوں کہ اللہ جل شانہ ان کی اس خدمت کو ان کے لئے باعث اجر و ثواب بنائے، خصوصاً جامعہ کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا قاری حسین احمد درخواستی صاحب مدظلہ، ناظم

تعلیمات حضرت مولانا رشید احمد درخواستی صاحب، رفیقِ محترم جناب مولانا مفتی محمد اظہر صاحب، جامعہ کے استاد حضرت مولانا مفتی محمد نصر اللہ احمد پوری صاحب مدظلہ، شعبہ انفارمیشن اینڈ ٹیکنالوجی کے انچارج جناب سید محمد کامران صاحب، مولانا حسین احمد پانیزئی صاحب اور تخصص فی الفقہ کے ہونہار طالب علم برادرم مولانا حبیب اللہ یوسف زئی صاحب سلمہ، ان حضرات کی خصوصی معاونت رہی اللہ جل شانہ ان کی اس خدمت کے عوض ان کو دین و دنیا کی فلاح نصیب فرمائے (آمین)۔

بندہ: حماد اللہ وحید

خادم دارالافتاء جامعہ انوار القرآن کراچی



بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

فقہ کا لغوی معنی: فقہ کا لغوی معنی بصیرت اور سمجھ کے ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"قالوا یاشعیب ما نفقه کثیرا مماتقولِ" (هود)

اور حدیث پاک میں آتا ہے:

"من یرد اللہ به خیرا یفقهه فی الدین." (مشکوٰۃ باب العلم)

اصطلاحی معنی: علم فقہ کے اصطلاحی معنیٰ بہت منقول ہیں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے علم فقہ کا معنیٰ "**معرفة النفس ما لها وما علیها**" منقول ہے علامہ محب اللہ بہاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ علم فقہ استنباط کے ملکہ کا نام ہے علامہ شہرستانی نے علم فقہ کی تعریف کی ہے جس کو حافظ ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے کہ شرعی احکامات کا نام علم فقہ ہے عام زبان میں جسٹس تنزیل الرحمٰن نے اس کی تعریف کی ہے کہ انسان کو زندگی گزارنے کے حدود بتلانا اور ان حدود کے اندر پیش آنے والے واقعات کا حل پیش کرنا اور حل بتلانا۔

خالق کائنات نے مخلوق کی ہدایت کے لئے یہ سلسلہ قائم فرمایا کہ خالق کائنات انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا کرتے تھے اور خالق کائنات قبیلوں کی طرف اقوام کی طرف پیغمبروں کو مبعوث فرماتے اور یہ پیغمبران کو احکام بتلاتے جب جغرافیائی نقشہ تبدیل ہوا اور اختلاط کے امکانات روشن ہو گئے اور ہر شخص کا دوسرے شخص سے رابطہ کرنے میں آسانی پیدا ہوئی تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خالق کائنات نے مبعوث فرمایا اور یوں نبوت اور بعثت کا سلسلہ بند ہو گیا۔

وصال سے پہلے حجۃ الوداع کے موقعہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ترکت فیکم امرین لن تضلوا ماتمسکتم بھا کتاب اللہ وسنۃ رسولہ" (مشکوٰۃ جلد۱ صفحہ ۳۱)

کہ میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک کتاب اللہ اور دوسری میری سنت جب تک ان کو تھامے رکھو گے تو ناکام نہ ہو گے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قرآن پاک اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اصل ہیں۔

لیکن مسئلہ یہ ہے کہ جیسے جیسے حالات بدلتے رہے اور زمانہ میں تغیر آتا رہا لوگ بھی تبدیل ہوئے ثقافتیں بھی تبدیل ہو گئیں عادات اور اطوار بھی تبدیل ہو گئے اب جو مسائل پیش آ رہے تھے تو ہر مسئلے کا جزوی طور پر جواب قرآن و سنت سے مل جائے یہ ناممکن ہے حافظ ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے:

"کہ جب واقعات زیادہ ہو گئے اور حالات تبدیل ہو گئے تو ایک تیسری چیز وجود میں آئی اس کا نام اجتہاد تھا اس کے بعد مجتہد پیدا ہو گئے انہوں نے جزئیات کے جوابات دیئے اور جزئیات مستنبط کئے۔"

پھر اس میں دو چیزیں تھیں ایک مسئلہ آیا وہ قرآن و سنت میں بعینہٖ موجود نہیں لیکن اس کی نظیر موجود ہے تو اس مسئلے کو اس نظیر پر قیاس کرتے اور یوں یہ بھی ایک اصل بن گیا اور بعض اوقات جب کسی مسئلے کی نظیر بھی قرآن و سنت میں موجود نہ ہوتی تو علماء امت اس مسئلے کے ایک پہلو پر متفق ہو جاتے اور یوں اجماع امت بھی ایک اصل بن گیا اور فقہ اسلامی کی عمارت آج بھی ان چار اصولوں پر قائم ہے کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اجماع امت اور قیاس۔

فقہ اسلامی کی خصوصیات: فقہ اسلامی اور اس کے قوانین تمام مذاہب کے قوانین سے زیادہ چلے ہیں اور ان سے بآسانی لوگوں کے مسائل حل ہوتے ہیں اس کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلی وجہ اور خصوصیت: یہ ہے کہ فقہ اسلامی کی عمارت ان چار اصولوں پر قائم ہے

کتاب اللہ، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اجماع امت اور قیاس۔

کتاب اللہ کے بارے میں حق تعالیٰ کا فرمان ہے:

"وانه لتنزیل رب العالمین" (شعرا)

اس کا کلام اللہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جس فقہ کی بنیاد خالق کائنات کے کلام پر ہو اور جس کے اصول کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مستنبط ہوں وہ قوانین اور وہ اصول کبھی ناکام نہیں ہو سکتے اور جہاں تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ہے خالق کائنات کا یہ فرمان ہے:

"وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ" (النجم)

لہٰذا پیغمبر کی زبان مبارک سے جتنی باتیں نکلی ہیں وہ بالکل صحیح ہیں ان دو اصولوں کے علاوہ فقہ اسلامی میں دو اصول اور بھی ہیں ایک کا نام اجماع امت اور ایک کا نام قیاس ہے اجماع امت اور قیاس کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد واقعات اتنے ملتے ہیں کہ اجماع امت اور قیاس کے حجت ہونے کے لئے واضح دلیل ہیں مثلاً حدیث پاک ہے:

"وعن معاذ بن جبل رضی اللّٰہ تعالٰی عنه ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لما بعثه الی الیمن قال کیف تقضی اذا عرض لك قضاء قال اقضی بکتاب اللّٰہ قال فان لم تجد فی کتاب اللّٰہ قال فبسنة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال فان لم تجد فی سنة رسول اللّٰہ قال اجتهد رأیی ولا آلو قال فضرب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم علی صدره وقال الحمد للّٰہ الذی وفق رسول رسول اللّٰہ" (رواہ ابو داود)

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب یمن کی طرف روانہ فرما رہے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر

تمہارے پاس کوئی مسئلہ آیا تو تم کس چیز سے فیصلہ کرو گے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کتاب اللہ سے وہ میرے سامنے ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں موجود نہ ہو تو تم کس چیز سے فیصلہ کرو گے عرض کیا کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سامنے ہیں اس سے فیصلہ کرونگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ اگر وہ مسئلہ سنت رسول اللہ میں بھی نہ ہو تو پھر کس چیز سے فیصلہ کرو گے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اپنی رائے سے فیصلہ کرونگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو دعا دی اور روانہ فرما دیا۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اعلام الموقعین میں ذکر کیا ہے:

> "کہ یہود بن مہران کی روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت ملی تو میں نے اس کی عادت دیکھی ہے کہ اگر ان کو کوئی مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ملتا اور سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی نہ ملتا تو اس کے بعد وہ اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جمع فرماتے اور جس بات پر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع ہوتا اس کو نافذ فرماتے۔"

یہ اجماع امت کے حجت ہونے کی واضح دلیل ہے فقہ اسلامی کی بنیاد ان چار اصولوں پر قائم ہے اور دنیا کے تمام مذاہب بے اصل اور بے بنیاد ہیں یعنی ان کے اصول نہیں ہیں۔

دوسری خصوصیت: فقہ اسلامی میں عالمگیریت اور جامعیت ہے جتنے بھی مسائل پیش آتے ہیں یا تو صریح طور پر ان کا جواب مل جائے گا چاہے ان مسائل کا تعلق دنیا کی کسی قوم سے ہو یا کسی بھی قبیلے سے ہو اگر ان مسائل کا جواب صریح طور پر موجود نہ ہو تو اصول اور نظائر وغیرہ کو دیکھا جائے گا اصول اور نظائر وغیرہ میں ان مسائل کا جواب مل جائے گا بقیہ مملکتوں کے قوانین وہاں کے باشندوں کے مزاج کے مطابق

بنائے جاتے ہیں اور اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ آپ کی مملکت کے بنائے ہوئے قوانین دوسرے ملک میں قبول ہوں جبکہ اسلامی قوانین دنیا کے تمام افراد کے لئے یکساں ہیں۔

تیسری خصوصیت: اسلامی فقہ اور قوانین میں ابدیت ہے قیامت تک آنے والے افراد کے اور قیامت تک لوگوں کو پیش آنے والے مسائل کے حل کا صلاحیت رکھتی ہے

چوتھی خصوصیت۔ اسلامی فقہ اور قوانین میں لچک موجود ہے جو چیزیں لازم ہوتی ہیں وہ لازم رہتی ہیں اور جو چیزیں لازم نہیں ہوتی ان کو فقہ اسلامی لازم نہیں کرتی مثلاً قرآن پاک میں اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ:

"اذا تداینتم بدین الیٰ اجل مسمیً فاکتبوہ"

اب یہ حکم نعمت کے درجے میں ہے یعنی اگر کوئی شخص لکھنا چاہے تو اس میں اس کا فائدہ ہے ورنہ ضروری نہیں مطلب یہ ہوا کہ اس کے اندر لچک موجود ہے۔

پانچویں خصوصیت: فقہ اسلامی اور اس کے قوانین ناقابل تنسیخ ہیں کوئی آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ منسوخ ہیں جو اصول اسلامی قوانین کے ہوں ان کو مدنظر رکھ کر مسائل کا حل یقینی ہوتا ہے۔

چھٹی خصوصیت: یہ ہے فقہ اسلامی کی کہ فقہ اسلامی میں انسان کو احترام اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے بقیہ تمام قوانین اور مذاہب میں انسان کو اتنی عزت نہیں دی جاتی اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

"من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا ومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا"

ساتویں خصوصیت: ساتویں خصوصیت یہ ہے کہ فقہ اسلامی میں مساوات ہوتی ہے جو حکم امیر کے لئے ہوتا ہے وہی حکم غریب کے لئے بھی ہوتا ہے جو حکم اعلیٰ طبقے کے لئے ہوتا ہے وہی حکم ادنیٰ طبقے کے لئے بھی ہوتا ہے یہ امتیاز نہیں ہوتا کہ صاحب

حیثیت کے لئے ایک حکم ہو اور غریب کے لئے دوسرا حکم ہو، فقہ اسلامی کی نظر میں امیر وغریب ایک حیثیت کے مالک ہیں احکامات کے حوالے سے جو قوانین غریب بستی کے رہنے والے افراد کے لئے ہیں وہی قوانین سوسائٹیوں میں رہائش پذیر افراد کے لئے بھی ہیں یہ خصوصیت صرف فقہ اسلامی کو حاصل ہے اس کے علاوہ جتنے بھی قوانین ہیں وہ کچھ نہ کچھ صاحب حیثیت افراد کے لئے نرم گوشہ رکھتی ہیں ان خصوصیات کی وجہ سے فقہ اسلامی اور اسلامی قوانین کو دنیا کے تمام قوانین پر فوقیت حاصل ہے۔

ان خصوصیات کو مدنظر رکھ کر ہر ذی عقل فرد اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ فقہ اسلامی انسانی مسائل کا وہ حل پیش کرتی ہے جو دنیا کا کوئی قانون اس طرح کا حل پیش نہیں کرسکتی۔

فقہ اسلامی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں

فقہ اسلامی کی جو تقسیم آج پائی جاتی ہے یہ تقسیم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہیں تھی مثلاً جس طرح فقہ میں فرائض، واجبات، مستحبات اور مکروہات وغیرہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ تقسیم نہیں تھی بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عمل کرتے پایا صحابہ کرام نے اس پر عمل کرنا شروع کیا اور یہ جاننے کی کوشش نہیں کی کہ یہ حکم فرائض میں سے ہے یا واجبات میں سے ہے یا مستحبات میں سے ہے۔

لیکن اس کے بعد جب اسلام پھلا پھولا تو اس وقت مختلف واقعات و حالات سامنے آئے چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے پہلے ۱۰ھ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن بھیجا جا رہا تھا تو آپ سے بھی یہی تاکید کی گئی کہ قرآن وسنت میں جو چیز واضح ہو اسی پر فیصلہ کرو اگر ایک واقعہ آپ کو قرآن وسنت کے نصوص میں بظاہر یا مع النظائر نہیں مل رہا تو پھر اجتہاد کرلیا کرو۔

اسی طرح علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ نے ایک واقعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے کہ:

''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا خط میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یہ نصیحت کی گئی تھی کہ سب سے پہلے قرآن وسنت آپ کے سامنے ہو اگر کوئی مسئلہ اس میں نہ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ ہیں کہ جو واقعہ آپ کے پاس آیا ہے اگر اس واقعہ کی نظیر آپ کو ملتی ہے تو اس نظیر پر اس مسئلے کو قیاس کرو''

یہ واضح دلیل ہے قیاس کے حجت ہونے کے لئے گویا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو چیزوں کا اشارہ فرمایا یعنی استنباط کے دو طریقے بتلائے۔

1. قرآن وسنت سے استنباط۔
2. مسائل منصوصہ سے قیاس کے ذریعہ استنباط کرنا۔

لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب یہ حالات دیکھے کہ اب ایسا زمانہ آ چکا ہے کہ فرائض، واجبات وغیرہ ان تمام کی تقسیم ہو جائے، جو اصول اس کے لئے بنائے گئے تھے یہ بات تو ناممکن تھی کہ ان تمام اصولوں پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہو کسی کی رائے مختلف بھی ہو سکتی ہے، جس طرح ان اصولوں میں اختلاف ہوا تو اس کا اثر خود بخود مسائل میں ظاہر ہوا، اور یہ فیصلہ کیا گیا جس مسئلے پر تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اتفاق ہو اس کو نافذ کیا جائے اور وہی مسئلہ قابل عمل ہوگا، اور جس مسئلے میں اختلاف ہو تو جو صحابی جس طرف تبلیغ کے لئے جائے لوگوں کو اپنی رائے بتلائے اور یہاں سے مسائل کا اختلاف عوام کی طرف منتقل ہوتا ہے اس کے بعد مستقل طور پر فقہ کی تدوین کا کام شروع ہوا۔

باب اول

فقہ اسلامی کی ارتقاء کو جب مد نظر رکھا جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے جیسے اسلام کا پیغام دوسری مملکتوں تک پہنچا تو اسلامی حکومتوں کے بڑھتے ہوئے حدود نے نت نئے مسائل پیدا کردیئے ادھر مزاجوں میں بڑی تیزی سے تبدیلی آئی تھی جو سادگی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں تھی وہ ابھی کم پڑ رہی تھی اور بہت سارے ایسے مسائل پیدا ہوگئے جو سابقہ زمانے میں نہ تھے ان تمام تر حالات کو دیکھتے ہوئے فقہ اسلامی کو چھ ادوار پہ تقسیم کیا جاسکتا ہے

1. فقہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں
2. فقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانے میں
3. فقہ تابعین کے زمانے میں
4. فقہ اسلامی اور ائمہ مجتہدین
5. تقلید محض کا دور
6. عصر حاضر

فصل اوّل

پہلا دور

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت تک یہ فقہ اسلامی کا پہلا دور کہلاتا

ہے اس دور میں اللہ جل شانہ کا کلام اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات لوگوں کے مسائل کے حل کے لئے کافی تھے ایسے واقعات سامنے نہیں آئے کہ جن کے لئے قیاس کی ضرورت ہو، اگر کوئی مسئلہ پیش آتا تو خالق کائنات کے کلام سے اس مسئلے کا کوئی پہلو تہی از حل نہ رہتا مثلاً کلالہ کی میراث کا مسئلہ ہے اس بارے میں جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اختلاف ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿یستفتونك قل اللّٰہ یفتیکم فی الکلالۃ ان امروء ھلك لیس له ولد﴾ (النساء)

مفتی بغداد علامہ محمود آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"والایة نزلت فی جابربن عبداللّٰہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنه کما اخرجه عنه واخرج الشیخان. قال دخل علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم وانا مریض فتوضاء فعلقت فقلت انه لا یرثن الا کلالة فکیف المیراث فنزلت اٰیة الفرائض."

(روح المعانی ج٦ ص٤٣ و٤٤)

اور اس کے علاوہ دیگر مسائل بھی ہیں جن کا حل قرآنی احکامات سے کیا گیا جیسے شراب کی بابت جب استفسار کیا گیا تو اس کا جواب بھی آیا اور تدریجاً تدریجاً اس کی حرمت بھی نازل ہوئی:

﴿یسئلونك فی الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما﴾ (الایة)

﴿یایھا الذین اٰمنو لاتقربوا الصلوٰة وانتم سکارٰی﴾ (الایة)

﴿یایھا الذین اٰمنو انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطٰن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون﴾ (الایة)

اگر صراحتاً کوئی مسئلہ قرآن پاک سے حل نہ ہوتا تو اس مسئلے کے حل کے لئے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کافی تھے اللہ جل شانہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا:

﴿فاوحٰی الیٰ عبدہ ما اوحٰی﴾ (الاٰیة)

﴿وماینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحٰی﴾ (الاٰیة)

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بھی وحی کا درجہ رکھتے ہیں اگرچہ وہ غیر متلو ہیں اور قرآن پاک میں بارہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر زور دیا گیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا"

اور اطیعوا الرسول کا حکم بھی قرآن پاک میں بارہا ذکر ہوا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے جو مسائل حل ہوئے ہیں ان کی تعداد تو بہت زیادہ ہے یہاں مختصراً چند کا ذکر ہوگا۔

جب ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حالت حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مراجعة کا حکم دیا۔ اور نماز کے متعلق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صحابی کو بار بار نماز دھرانے کا حکم اور اس طرح کے اور بھی لا تعداد مسائل حل ہوئے ہیں۔ اور ایسے واقعات بھی سامنے آئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان واقعات میں فیصلہ فرمایا لیکن اللہ جل شانہ نے اس کے مدمقابل فیصلے کی تائید فرمائی جیسے اسارىٰ بدر کا واقعہ ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ تھا کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیئے جائیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فیصلہ تھا کہ ہر شخص اپنے رشتہ دار کو اپنے ہاتھوں سے خود قتل کرے چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ما کان لنبی ان یکون لہ اسریٰ حتیٰ یثخن فی الارض﴾

اور یہ فیصلہ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہادی تھا نبی اور عوام کے اجتہاد میں زمین آسمان کا فرق ہے کیونکہ جو حکم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زبان مبارک

سے اجتہاد ہو وہ بھی وحی کا درجہ رکھتی ہے۔

اس وجہ سے اس دور میں علم فقہ کی باقاعدہ تدوین کی ضرورت پیش نہیں آئی لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے قبل اسلامی اصول اور قوانین اس حد تک تو ضرور تھے کہ ان پر عمل کیا جا سکے اور معاشرے کو اس پر چلایا جا سکے لیکن یہ صورت نہ تھی اور نہ اس کی ضرورت تھی کہ فقہ اسلامی پر مستقل کام ہو، مستقل کتابی شکل میں یا مستقل مضامین کی شکل میں وہ موجود ہو صرف اتنی بات تھی کہ خالق کائنات نے جہاں کلیات ذکر فرمائے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وضاحت بیان فرمائی بعض جگہوں پر قولاً اور بعض جگہوں پر قولاً اور عملاً دونوں طرح۔

❶ اللہ جل شانہ نے نماز کا حکم اجمالاً دیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفصیل عملاً بیان فرمائی اور قولاً بھی تفصیل بیان فرمائی۔

❷ زکوٰۃ کا مسئلہ ہے اللہ رب العزت نے اجمالاً بیان فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قولاً اس کی تفصیل بیان فرمائی کہ زکوٰۃ کس پر واجب ہے اور کتنی مقدار میں واجب ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مستقل یہی صورتحال رہی۔

فصل ثانی

دوسرا دور

اس کے بعد دوسرا دور شروع ہوا یہ دور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا دور تھا اس دور میں اسلام نے بڑی ترقی کی اور اکثر لوگ اسلام کے دامن سے وابستہ ہوئے اسلام عرب سے نکل کر عجم تک آیا مختلف مزاج کے لوگ جمع ہو گئے جیسے ہی عرب اور عجم میں اختلاط بڑھنے لگا تو مسائل اور واقعات میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال کے عملی پیکر تھے اور

ان کی کوئی ادا اسوۂ نبوی کے خلاف نہ تھی چنانچہ جب اسلام کی کرنیں اطراف عالم پر اپنا جال بچھانے لگیں تو نت نئے مسائل رونما ہوئے جن مسائل کا ذکر سابقہ دور میں نہیں تھا۔

چنانچہ ایسے ہی مسائل حضرات شیخین (حضرت ابو بکر الصدیق، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما) کے زمانے میں رونما ہوئے کہ ان مسائل تک انسان کے عقل کی رسائی ناممکن تھی ایسے مسائل وواقعات کہ جو نہ قرآن وسنت میں ہواور نہ اس مسئلے کی نظیر موجود ہوتو حضرات شیخین (حضرت ابو بکر الصدیق، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما) کا یہ معمول تھا کہ ایسے مسائل جب پیش آتے تو تمام اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جمع فرماتے ان مسائل کے بارے میں مشورہ کرتے اور غور وخوض کر کے تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایک رائے قائم کر لیتے اور بہت سارے مسائل اس طرح حل ہوئے ہیں مثلاً ذمیوں کا معاملہ تھا جنگی معاہدات تھیں باغیوں سے قتال کا مسئلہ تھا مانعین زکوٰۃ سے قتال کا مسئلہ تھا اور نماز تراویح کو اہتمام کے ساتھ شروع کروانا تھا۔

تراویح کو اہتمام کے ساتھ شروع کرنے کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف فتح الباری میں رقمطراز ہیں کہ:

”ورواه سعيد بن منصور من طريق عروة ان عمر رضى الله تعالىٰ عنه جمع الناس على أبى بن كعب فكان يصلى بالرجال وكان تميم الدارى يصلى بالنساء“

(فتح البارى كتاب التراويح، ج٤ ص ٢٥٣)

ان تمام مسائل میں اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے فیصلہ فرمایا اور بقیہ تمام صحابہ کرام نے سرخم تسلیم کیا اور کسی کو اختلاف نہیں ہوا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے ایک طویل خط میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یہ لکھتے ہیں کہ زمانہ ترقی پہ ہے ایسے واقعات آئیں گے کہ جو آپ کے وہم وگمان

میں بھی نہیں ہوں گے ان واقعات کا حل کس طرح پیش کیا جائے گا کتاب اللہ کو مدنظر رکھو گے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو مد نظر رکھو گے اگر ان دونوں میں نہ ملے تو اپنی رائے سے جو تم کو صحیح لگتی ہو نصوص اور اصول وقواعد کے خلاف نہ ہو اسی پر فیصلہ کرو۔

"الفهم الفهم فيما يختلج في صدرك مما لم يبلغك في القرآن والسنة اعرف الامثال والاشباه ثم قس الامور عند ذالك فاعمد الى احبها الى الله واشبهها بالحق فيما ترى"

فقہ اسلامی کے تین ماخذ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے اور چوتھا ماٴخذ قیاس اس کو شہرت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں ملی۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں صحابہ کرام کی تین جماعتیں تھیں:

① ایک جماعت ایسی تھی کہ کوئی واقعہ پیش آتا اس کی دلیل کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ ہوتی اور اس مسئلے پر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع بھی نہ ہوتا تو یہ جماعت ایسے واقعے کی نظیر تلاش کرتے اس نظیر کے لئے جو فیصلہ کیا گیا تھا اس مسئلے کو اس نظیر پر قیاس کرتے اس جماعت کے سرخیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے۔

② دوسری جماعت ایسی تھی کہ وہ عمومی مصلحت عامہ کو دیکھ کر کسی مسئلے کے متعلق فیصلہ فرماتی اور مصلحت بھی ایسی کہ جو نصوص اور قواعد کے خلاف نہ ہو اس جماعت کے سرخیل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔

③ تیسری جماعت ایسی تھی جن سے دونوں طرح کے فیصلے منقول ہیں کبھی مصلحت عامہ کے تحت اور کبھی کسی مسئلے کی نظیر پہ قیاس اس جماعت کے سرخیل حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

وہ صحابہ جن سے زیادہ تعداد میں فتاویٰ منقول ہیں:

① عمر فاروق رضی اللہ عنہ ② علی کرم اللہ وجہہ
③ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ④ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
⑤ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ⑥ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
⑦ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

اور بعض صحابہ ایسے ہیں جن سے فتاویٰ پہلے کے بنسبت کم منقول ہیں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور اسماء کا احاطہ ممکن نہیں۔ لیکن چند حضرات کے نام یہاں ذکر کیے جاتے ہیں۔

① ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ② ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا
③ انس رضی اللہ عنہ ④ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
⑤ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ⑥ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما
⑦ جابر رضی اللہ عنہ ⑧ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
⑨ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ⑩ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ
⑪ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ⑫ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ
⑬ طلحہ رضی اللہ عنہ ⑭ زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ
⑮ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ⑯ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ
⑰ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ ⑱ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ
⑲ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فتاویٰ منقول ہیں لیکن بہت کم تعداد میں تقریباً ۱۲۵ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایسے ہیں جن سے فتاویٰ کم تعداد میں منقول ہیں اور یہی قول علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا ہے۔

فائدہ

علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ چونکہ اس وقت عرب معاشرے میں جہالت تھی اس وجہ سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو قراء کہا جاتا تھا لیکن اسلام کے پھیلنے کے بعد صحابہ کو فقہاء کہا جانے لگا۔

فصل ثالث

تیسرا دور

فقہ اسلامی کے حوالے سے فقہ اسلامی پر جو تیسرا دور گزرا ہے وہ خلافت راشدہ کے بعد کا دور ہے

۱۴ھ سے لے کر (جس وقت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت تھی) دوسری صدی ہجری کی ابتداء تک یہ فقہ اسلامی کا تیسرا دور ہے اس دور کی کچھ وجوہات ایسی ہیں جن کی وجہ سے مورخین نے اس دور کو فقہ اسلامی کا تاسیسی دور کہا ہے۔

❶ ایک وجہ یہ تھی کہ مختلف فرقہ بندیاں شروع ہو گئیں جس فرقے کی طرف جس شخص کا رجحان ہوتا وہ اسی فرقے سے وابستہ ہو جاتا۔

❷ دوسری وجہ یہ تھی کہ ہر فرقے سے وابستہ شخص اپنے آدمی کو ترجیح دیا کرتا تھا۔

❸ تیسری وجہ یہ تھی کہ مرکز مضبوط نہ رہا مرکز میں وہ جاذبیت اور وہ مضبوطی نہ رہی جیسے خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے میں تھی۔ اور مرکز کی عدم مضبوطی کے باعث صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مختلف شہروں میں جا کر رہائش پذیر ہو گئے اور تعلیم اور تعلم کا سلسلہ شروع کیا اور تابعین کی جماعتوں کو تبلیغ دین کے لئے تیار کرنے لگا۔ جب مرکز مضبوط نہ رہا تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین نے اپنی توجہ اس طرف مرکوز کرلی۔

"وابتداء زمن الاجتهاد من وفاةرسول الله صلى الله عليه وسلم ويمتد الى حدود الثلاثمأة وهذا هو عهد الخلفاء الراشدين وعهدالاموية وشطر من عهد الدولة العباسية وكان مرجع الاحكام فى ذالك العهد بعدالكتاب والسنة آراء الصحابة واقوالهم الى قوله ..... وبعد عهد الصحابة انتشرالعلم والفقه فى الامة عن اصحاب ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه وعلى رضى الله تعالىٰ عنه وزيد بن ثابت رضى الله تعالىٰ عنه وعبدالله بن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما فتعلمت الامة عن اصحاب هٰوء لآء الخمسة" (مقدمہ تاتارخانیہ)

❹ چوتھی وجہ یہ تھی کہ ۱۴ھ سے لے کر دوسری صدی کے ابتداء تک یہ وہ زمانہ ہے کہ اس میں احادیث کے روایت کرنے کا سلسلہ قائم ہوا اور جگہ جگہ علم حدیث کے درس شروع ہوئے۔

"وفى الاوساط القرن الثانى دون اهل الحديث واهل الفقه كتبهم لان الحاجة قد مست به" (مقدمہ تاتارخانیہ)

❺ پانچویں وجہ یہ تھی کہ اس دور میں احادیث اور رائے کے استعمال کے حد میں اختلاف رونما ہوا اور اس اختلاف کی وجہ سے لوگ دو حصوں میں بٹ گئے تھے۔

ایک قسم کے لوگ تو وہ تھے جو محض احادیث کو سامنے رکھتے ان لوگوں کا مرکز مدینہ منورہ رہا اور اہل حجاز کا میلان اکثر اس گروہ کی طرف تھا۔

دوسرا گروہ وہ تھا جو احادیث کو بھی مدنظر رکھتے اور ان احادیث کو عقلی معیار پر بھی پرکھتے تب جا کے جواب دیتے ان حضرات کا مرکز کوفہ تھا اور اہل عراق کا میلان اس گروہ کی طرف تھا۔

❻ چھٹی وجہ یہ تھی کہ قیاس اور استحسان کثرت سے استعمال ہونے لگا۔ فقہاء پر مسائل کا اتنا بوجھ تھا کہ وہ مسائل کے حل کے لئے قیاس اور استحسان کے استعمال کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رکھتے تھے۔

"وفی البرھان: نحن نعلم ان الوقائع التی جرت فیھا فتاوٰی علماء الصحابۃ واقضیتھم تزید علی المنصوصات زیادۃ لایحصر ھا ولایحویھا حد فانھم قایسین فی قریب من مأتہ سنۃ الخ" (البرھان، ج۲ ص۱۳ کتاب القیاس)

وایضاً

"فذھب بعضھم الیٰ رد القیاس وقال ھذامذھب منکری النظر الیٰ قولہ...... وقال قائلون بالقیاس العقلی والسمعی وھذا مذھب الاصولیین والقیاسیین من الفقھاء وذھب ذاھبون الی القول بالقیاس العقلی وجحدوا القیاس الشرعی الیٰ قولہ...... وصار صائرون الی النھی عن القیاس العقلی والامر بالقیاس الشرعی وھذا مذھب احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ الیٰ قولہ...... وذھب الغلاۃ من الحشویۃ واصحاب الظواھر الیٰ رد القیاس العقلی والشرعی"

(البرھان ج۲ ص۷، ۸ کتاب القیاس)

لیکن بعد میں دونوں اطراف کے افراد کے شاگردوں میں ایسا ربط قائم ہوا کہ ایک دوسرے سے استفادہ کرنے لگے اختلافات میں جو شدت تھی وہ شدت ختم ہوگئی۔ اس دور میں فقہاء نے افادے کی غرض سے فقہی مراکز قائم کئے جہاں لوگوں کے

مشہور تھے۔

① مکہ مکرمہ کا مرکز ② مدینہ منورہ کا مرکز ③ کوفہ کا مرکز ④ بصرہ کا مرکز ⑤ یمن کا مرکز ⑥ شام کا مرکز ⑦ مصر کا مرکز۔

مکہ مکرمہ

فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ عرصہ کے لئے یہاں کا معلم، قاضی اور مفتی مقرر کیا تھا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی اپنے حیات مبارکہ کے آخری ایام مکہ مکرمہ میں ہی گزارے تھے اور اہل مکہ نے ان حضرات سے بہت استفادہ کیا۔

اور تابعین رحمہ اللہ تعالیٰ میں سے:

❶ حضرت مجاہد بن حمر رحمہ اللہ تعالیٰ عظیم مفسر ہیں ۱۰۷ھ میں فوت ہوئے ہیں اور چار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فیض حاصل کیا ہے۔ ان چار حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

❷ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شاگرد ہیں اور مکہ مکرمہ کے مرکز سے وابستہ رہے۔

❸ حضرت عطاء ابن ابی رباح رحمہ اللہ تعالیٰ دور فاروقی میں پیدا ہوئے بلند پایہ عالم تھے اور سراج الامۃ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاد بھی ہیں۔

"واخذ الامام ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ عن عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ تعالیٰ ایضاً وھو ادرک مأتین من الصحابۃ"

(المواھب الشریفۃ)

❹ حضرت عبدالعزیز بن مسلم زنجی رحمہ اللہ یہ بھی متعدد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

کے شاگرد ہیں اور مکہ مکرمہ کے مرکز سے وابستہ رہے ۱۲۸ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

مدینہ منورہ

عہد نبوت سے لے کر خلیفہ سوئم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت ۳۵ھ تک بلاد اسلامیہ کا مرکز مدینہ منورہ رہا دیگر صحابہ میں خلفاء ثلاثہ کے علاوہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ اس مرکز سے وابستہ رہے اور تابعین کی بہت زیادہ تعداد بھی اس مرکز سے وابستہ رہیں حضرت سعید بن المسیب، حضرت عروہ بن زبیر، حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن، حضرت امام علی زید العابدین، حضرت عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر، حضرت سلمان بن یسار، حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر، حضرت نافع مولیٰ بن عمر، حضرت محمد بن مسلم، حضرت امام باقر محمد بن علی، حضرت امام جعفر صادق، حضرت ابوالزناد، حضرت یحییٰ بن سعید الانصاری، حضرت ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن فروخ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔ مندرجہ بالا تمام ہستیاں کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں۔

ع کہیں چھپتا ہے اکبر پھول پتی میں نہاں ہوکر

کوفہ

کوفہ کو جب فتح کیا گیا اس کے بعد امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم سے آباد کیا گیا اور یہاں پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو معلم اور مفتی بنا کر بھیجا اور عرصہ دس سال تک آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے فیض سے لوگوں کو مستفید ہونے کا شرف بخشا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی یہاں کوفہ میں سکونت اختیار کی تھی ان دونوں حضرات سے لوگوں نے خوب علمی فائدہ اٹھایا اور یہ کہنا بجا ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا علم چھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو منتقل ہوگیا تھا اور ان چھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ

عنہم کا علم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف منتقل ہوا ہے۔

"وعن مسروق رحمه الله تعالىٰ .... انه قال انتهىٰ علم الصحابة الىٰ ستة عمر وعلي وزيد وأبي الدرداء وابن مسعود ثم انتهىٰ علم الصحابة الىٰ علي وعبدالله بن مسعود"

(مقدمه شامی)

حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علاوہ جو مشہور تابعین اس مرکز سے وابستہ رہے ان کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے حضرت علقمہ بن قیس، حضرت مسروق بن الاجدع، حضرت عبیدہ بن عمرو السلمانی، حضرت اسود بن یزید، حضرت شریح بن حارث، حضرت ابراہیم بن یزید نخعی، حضرت سعید بن جبیر، حضرت عمرو بن شرحبیل، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، حضرت عامر شعبی، حضرت حماد بن ابی سلیمان رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین شامل ہیں۔

بصرہ

جہاں تک بصرہ کے مرکز کا تعلق ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ علیہم اجمعین میں سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی شخصیتیں قابل ذکر ہیں۔

تابعین میں سے حضرت ابوالعالیہ رفیع بن مہران، حضرت حسن بصری، حضرت ابوالشعثاء جابر بن یزید، حضرت محمد بن سیرین، حضرت قتادۃ بن دعامۃ الرومی رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

شام

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے شام کے لئے جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم روانہ

فرمائے تھے ان میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ یہ حضرات کچھ عرصہ کے لئے بھیجے گئے تھے۔ اور تابعین میں سے یہ حضرات مشہور تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن غنم، حضرت ابوادریس خولانی، حضرت قبیصہ بن ذویب، حضرت مکحول بن اسلم، حضرت رجاء بن حیوۃ، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

مصر

مصر کے مرکز میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما تھے اور یہاں پر جو تابعین مشہور ہوئے ان میں سے حضرت ابوالخیر مرشد بن عبداللہ اور حضرت یزید بن ابی حبیب رحمہم اللہ تعالیٰ۔ صرف یہ دو حضرات مشہور ہوئے۔

یمن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کے لئے سب سے پہلے امیرالمؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھیجا اس کے بعد حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور اس کے بعد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ اور تابعین میں سے جو حضرات اس مرکز سے وابستہ رہے ان میں سے حضرت طاؤس بن کیسان، حضرت وہب بن منبہ، حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رحمہم اللہ تعالیٰ یہ حضرات مشہور تھے۔

اس تیسرے دور میں تابعین نے دو کام ایسے کئے کہ پوری امت مسلمہ پر احسان کیا۔ ایک کام یہ تھا کہ احادیث نبویہ کی حفاظت کی اور اس کی تعلیم دی اور اسی دور میں علم حدیث پہ کام شروع ہوا۔

دوسرا کام یہ کیا کہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ اقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو بھی محفوظ کیا اور اس کی تعلیم دی جو قرآن مجید اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح تھی اور انہی بنیادوں کو مدنظر رکھ کر محدثین

نے اور مفسرین نے اس سے استفادہ کیا مسائل میں بعض مسائل ایسے ہوتے ہیں کہ بعض افراد کی ان مسائل کے متعلق ایک رائے ہوتی تھی لیکن اس ذاتی رائے کی بنیاد قرآن وسنت اور فقہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھی۔ اگر کوئی مسئلہ پیش آتا اور قرآن وسنت اور فقہ صحابہ اس مسئلے کے متعلق بالکل خاموش ہیں تو تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ اس کا حل پیش کرتے ایسا حل جو نصوص سے متعارض نہ ہو یہاں سے تابعین کی دو جماعتیں ہوتی ہیں ایک جماعت وہ تھی جو مصالح عامہ کے تحت فیصلے فرماتی اور دوسری جماعت اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم کے نظائر پر قیاس کر کے مسئلے کے متعلق فیصلے فرماتی۔

جیسے چند اوراق پہلے گزر چکا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تبلیغ دین کے لئے مختلف علاقوں کی طرف ہجرت کر چکے تھے جہاں جو صحابی ہوتا وہاں کے افراد اس صحابی کے قول پر عمل کرتے۔ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عراق میں تھے اہل عراق ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے قول پر عمل کرتے اسی طرح تابعین بھی مختلف علاقوں کی طرف تبلیغ کے واسطے موجود تھے جہاں جو تابعی ہوتا وہاں کے افراد اس تابعی کے قول پر عمل کرتے اور اسی تابعی کو معتبر سمجھتے۔ یہاں سے فقہی آراء میں اختلاف پیدا ہوا لیکن اس لحاظ سے یہ تیسرا دور انتہائی اہم رہا کہ فقہ اسلامی کے قوانین باقاعدہ مرتب ہونا شروع ہو گئے اور اسلامی قوانین کا ضخیم ذخیرہ سامنے آیا۔ اس لحاظ سے بھی یہ تیسرا دور انتہائی اہم رہا کہ صحابہ کے بعد تابعین نے بھی علم حدیث کی خدمت کی اور یہی وہ زمانہ تھا کہ جس زمانے میں سرکاری طور پر بڑے شہروں میں مستقل مجالس علم قائم ہونے لگیں۔ چنانچہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانے میں مدینہ منورہ میں ایک مجلس علمی قائم ہوئی اور اس مجلس سے ایسے افراد چنے گئے جو پورے عرب میں علمی و عملی میدان میں انتہائی مضبوط اور قوی تھے ان حضرات میں سر فہرست حضرت عروہ بن زبیر، حضرت خارجہ بن زید، حضرت قاسم بن محمد، حضرت سلیمان بن یسار، حضرت سعید بن المسیب رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین جیسے برگزیدہ افراد شامل ہیں۔ اور ان حضرات نے انتہائی محنت

کی جس کا بنیادی نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے بتلائے ہوئے اصولوں کو سامنے رکھ کر مؤطا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ مستقل کتاب کی حیثیت سے سامنے آئی۔

قال الحافظ ابن حجر رحمه الله تعالى: اعلم علمني الله وايّاك أن آثار النّبي صلى الله عليه وسلم لم تكن في عصر اصحابه وكبار تبعهم مدونة في الجوامع ولا مرتبة لامرين احدهما انهم كانوا في ابتداء الحال قد نهوا عن ذالك الى قوله.... ثمّ حدث في اواخر عصر التابعين تد وين الآثار وتبويب الاخبار لما انتشر العلماء في الامصار وكثر من الخوارج والروافض ومنكرى الاقدار فاوّل من جمع ذالك الربيع بن صبيح وسعيد بن عروبة وغيرهما وكانوا يصنّفون كل باب علىٰ حدة الى ان قام كبار اهل الطبقة الثالثة فدوّنوا الاحكام فصنف الامام مالك المؤطا وتوخى فيه القوى من حديث اهل الحجاز ومزّجه باقوال الصحابة وفتاوىٰ التابعين ومن بعدهم.

(هدى السارى)

فصل رابع

چوتھا دور

فقہ اسلامی پر جو چوتھا دور گزرا ہے اس دور میں جس طرح علم حدیث کی تدوین مکمل ہوئی اور اسی دور میں فقہ بھی مدون ہوا۔ اور اصول فقہ بھی۔

اطراف عالم میں ائمہ پیدا ہوئے لوگ ان کی تقلید کرنے لگے ان میں اکثریت تابعین کی شاگردوں کی تھی سوائے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے کہ وہ خود تابعی

تھے جس کی تفصیل آ رہی ہے۔ اور یہی وہ دور تھا کہ جس میں یونانی علوم وافکار پر بھی کام ہوا اس دور میں مسائل وواقعات اس حد تک پیش آئے کہ علماء اور فقہاء علم فقہ اور علم اصول فقہ کو باقاعدہ ترتیب دینے پر مجبور ہوئے اسی دور میں جرح وتعدیل پر بھی کام ہوا راویوں کے حالات قلمبند ہونے لگے اس دور میں علم حدیث پر کام کرنے والوں میں سب سے جو نمایاں رہے ان میں امام مالک، عبدالملک بن عبدالعزیز، سفیان ثوری، حماد بن سلمہ، عبدالرحمٰن اوزاعی، یعمر بن ارشد، عبد اللہ بن مبارک، جریر بن عبدالحمید، رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شامل ہیں، اور اس دور میں مسانید بھی لکھی گئیں، مثلاً مسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ، مسند نعیم بن حماد وغیرہ لیکن اس زمانے میں علم حدیث کو جمع کرنے کا طریقہ کار یہ ہوتا تھا کہ ایک راوی کو ذکر کرتے اس کے بعد اس راوی کی تمام روایات کو ذکر کر دیا جاتا اس طرح بہت ذخیرۂ احادیث جمع ہوا۔ اور اسی ذخیرۂ کو سامنے رکھتے ہوئے دوسرے مرحلے میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری اور امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح مسلم اور اصحاب صحاح ستہ نے اپنی اپنی کتاب تصنیف فرمائی۔

"قال الحافظ: ثم اقتفى الائمة بعد ذالك الرهم فقل امام من الحفاظ الا وصنف حديثه على المسانيد كالامام احمد بن حنبل واسحاق بن راهويه وعثمان بن ابى شيبة فلما راى الامام البخارى رضى الله عنه هذه التصانيف ورواها وانتشق رياها واستجلى محيا ها الى قوله ...... فحرك همته لجمع الحديث الصحيح الذى لا يرتاب النخ" (هدى السارى)

اور اس دور کی اہمیت تدوین اصول فقہ کی وجہ سے اور بڑھ جاتی ہے کہ اس دور میں اصول فقہ کی تدوین ہوئی لیکن اس تدوین کے دوران اکابر علماء کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے مثلاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث تو حجت سب کے

نزدیک تھیں اس میں کسی کا اختلاف نہ تھا لیکن استنباط مسائل کے طریقوں میں اختلاف پیدا ہوا اور اس اختلاف کی وجہ سے استنباط کے طریقے مختلف ہوگئے اور ہر ایک مجتہد اپنے نزدیک جو طریقہ صحیح ہوتا اسی کو قبول کرتے اور اسی سے مسائل مستنبط کرتے۔ دوسرا اختلاف قیاس اور استحسان پہ ہوا کہ اس زمانے کے محدثین کرام نے قیاس و استحسان کو رد کرنا شروع کردیا اور باقاعدہ ایک محاذ بن گیا قیاس کے رد میں باقاعدہ کتابیں بھی لکھی گئیں اور اہل ظواہر محدثین سے دو قدم آگے تھے قیاس کو رد کرنے میں یعنی اہل ظواہر قیاس کو رد کرنے میں پیش پیش تھے اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے استحسان کو رد کیا، اور قیاس کو ثابت کرنے والوں نے خوب جوابات دیئے جس کی یہاں تفصیل ذکر کرنا طوالت کا باعث بنے گا جہاں تک امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا استحسان کو رد کرنا ہے اس میں یہ کہنا بجا ہے کہ خود امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے استدلال کے نام سے اس کو استعمال کیا ہے اور فقہ شافعی میں استدلال بہت کثرت سے استعمال ہوا ہے استدلال اور استحسان میں کوئی خاص فرق نہیں۔ تیسرا اختلاف اجماع کے شرائط میں ہوا کہ کونسا اجماع معتبر ہے اور کونسا اجماع معتبر نہیں اور اسی طرح ثبوت حکم کے طریقوں میں اختلاف پیدا ہوا کہ کس طریقے پہ ثابت ہونے والا حکم وجوبی ہوگا اور کس طریقے پہ ثابت ہونے والا حکم غیر وجوبی ہوگا ان تمام اختلافات کی تفصیل جاننے کے لئے اصول فقہ کی کتب کی طرف مراجعت کی جائے۔

ان اختلافات کا نتیجہ یہ نکلا کہ جس آدمی کے یہاں جو اصول مقرر ہوا وہ اسی کے مطابق عمل پیرا ہوتا ان تمام تر اختلافات کے باوجود اصول فقہ کی تدوین مکمل ہوئی اور اسی دور میں فقہی مکاتب قائم ہوئے ایک مکتب عراق میں تھا اور ایک مکتب مدینہ منورہ میں تھا اور ایک مکتب مکہ مکرمہ میں تھا جہاں تک مدینہ کے مرکز کے افراد کا تعلق ہے وہ کچھ نہ کچھ قیاس سے کام لیتے تھے اور اس کے مطابق فیصلے نافذ کرتے اور باقی تین اصول تو ان کے یہاں بھی مسلمہ تھے۔ عراق کا جو مکتب تھا وہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کے آثار کے ساتھ ساتھ احکامات قرآنیہ، احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اجماع اور قیاس کو بھی مدنظر رکھتے۔ جہاں تک مکہ کے فقہی مکتب کا تعلق ہے وہ احکامات قرآنیہ، احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اجماع کو استعمال کرتے جہاں مسئلہ کہیں نہ ملتا تو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے آثار کو سامنے رکھتے فقہ شافعی اور روایات شافعی پر اسی مکتب کا رنگ غالب ہے اور یہاں سے مسالک کی بنیاذ پڑی۔ اور یہ مسالک وجود پذیر ہوئے مسلک ابوحنیفہ، مسلک شافعی، مسلک احمد بن حنبل، مسلک امام مالک۔ اور چار فقہوں کو وجود ملا۔



باب اوّل

فقہ حنفی

دوسری صدی ہجری کا ایک چوتھائی حصہ گزر چکا تھا اسلامی دنیا کے تہذیب وتمدن میں خوب بڑی وسعت پیدا ہو چکی تھی سادہ اسلام کو دنیا کے متمدن اقوام کی تہذیب وتمدن اور علوم سے سابقہ پڑ رہا تھا نئے نئے حالات اور مسائل پیدا ہو رہے تھے ساتھ خود ہی مسلمانوں کے نظریہ اجتہاد اور اصولی اور فروعی مسائل میں غیر منظم اختلاف روز روز بڑھتا ہی جارہا تھا ایسے کشیدہ حالات میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو یہ خیال آیا کہ فقہ کو باقاعدہ مدون کیا جائے چنانچہ سراج الامۃ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے رفقاء اس بات پر آمادہ ہوئے کہ فقہ کو مدون کیا جائے اور ایک کمیٹی تشکیل دیدی جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

فصل اوّل

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام ونسب: نعمان بن ثابت بن زوطی الکوفی اصلاً فارسی تھے آپ کے دادا زوطی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دور خلافت میں ایمان قبول کیا۔ اور اس وقت آپ کے ساتھ ثابت بھی تھے جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے والد بزرگوار ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دربار میں حاضر ہو کر ثابت کے لئے دعاء کی درخواست کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ثابت کے حق میں خیر وبرکت کی دعاء

فرمائی۔

"وفي الخيرات الحسان: ذهب ثابت الى الامام على بن ابى طالب كرم الله وجهه صغيرا فدعا له بالبركة فيه وفي ذريته ونحن نرجو من الله ان يكون استجاب ذالك فينا"

(الخيرات الحسان ٤١)

پیدائش وشرف تابعیت: حضرت ثابت کے یہاں ۸۰ھ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی پیدائش ہوئی ۱۲ سال کی عمر میں یا ۱۳ سال کی عمر میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی بعض روایات کے مطابق جس زمانے میں آپ پیدا ہوئے تھے بہت سارے صحابہ کرام کوفہ میں تبلیغ وتعلیم دین کے لئے موجود تھے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت کی کیونکہ آپ کی پیدائش کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اطراف عالم میں پھیل چکے تھے اور اشاعت اسلام کا سلسلہ جاری تھا اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کئی مرتبہ نصیب ہوئی اور ان سے تین روایات بھی نقل کی ہیں۔

"قال ابن حجر رحمه الله تعالىٰ: صح كما قاله الذهبى انه رأى انس بن مالك وهو صغير وفي رواية رأيته مرارا وكان يخضب بالحمرة الى قوله.... وجاء من طرق انه روى عن انس احاديث ثلاثة" (الخيرات الحسان ص٤٧)

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ جس وقت آپ کی پیدائش ہوئی اس وقت ۱۵۰۰ صحابہ کرام کوفہ میں موجود تھے اور کوفہ کو امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے آباد کیا گیا تھا اور وہاں کے لئے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلم اور مفتی بنا کر بھیجا تھا۔

"ولما فتح العراق في عهد امير المؤمنين عمر بن الخطاب

رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ امر ببناء الکوفۃ فبنیت سنۃ ۱۷ھ واسکن ماحولھا الفصح من قبائل العرب وبعث عبداللّٰہ بن مسعود الصحابی الجلیل رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ الی الکوفۃ"

(تعلیق علیٰ تبییض الصحیفۃ ص۲۱)

"وایضاً وذکر العجلی انہ نزل الکوفۃ من الصحابۃ الف وخمسمآئۃ من اصحاب النّبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم"

(تعلیق علیٰ تبییض الصحیفۃ ص۲۲)

اور آپ کے ساتھ وقت گزارنے والے افراد آپ کی علمیت کا اعتراف کرتے ہیں حضرت جعفر بن ربیع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (جو عرصہ پانچ سال تک امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہے) کہ پانچ سالوں کے اندر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ حضرت کا زیادہ وقت خاموشی میں گزرتا ہے مقصد کی بات ہوتی تو کر لیتے ورنہ خاموش رہتے اور آگے بیان فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی وہ حالت بھی دیکھی ہے کہ جب کوئی مسئلہ پیش آتا اور آپ بولنا شروع فرماتے تو دلائل پہ دلائل دیتے جاتے جب تک مخاطب کو مطمئن نہ کر لیتے دلائل دیتے جاتے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے پہلے زمانے میں جب علم فقہ کی باقاعدہ تدوین نہیں ہوئی تھی تو اس وقت ہر علاقے میں علماء کرام موجود ہوتے اور لوگوں کے مسائل حل کرتے اور کوئی اصول سامنے نہیں تھے جیسے ہی مسئلہ آیا جواب دیدیا۔ اور جید علماء کرام اس وقت یہ حضرات تھے حضرت سفیان ثوری، امام اوزاعی، حضرت ربیعۃ الرائے وغیرہ۔ تو امام صاحب کو اللہ جل شانہ نے یہ توفیق عنایت فرمائی کہ امام صاحب نے باقاعدہ علم فقہ کو مدون اور مرتب کرنا شروع کر دیا۔

"وفی الخیرات الحسان: انہ اوّل من دوّن الفقہ ورتّبہ ابواباً

وکتب علی نحو ماھو علیه الیوم وتبعه مالك فی مؤطاه ومن قبله انھم کانوا یعتمدون علی حفظھم" (الخیرات الحسان ص۳۱)

"قال ابن عابدین رحمه اللّٰه تعالیٰ: أی کثر اصوله وفروعه واوضح سبله امام الائمة وسراج الامّة ابوحنیفة النعمان فانه اوّل من دوّن الفقه" (مقدمہ شامی)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا اصول یہ ہے کہ سب سے پہلے اگر کوئی مسئلہ آتا تو کتاب اللہ کو سامنے رکھتے اگر کتاب اللہ میں وہ مسئلہ موجود نہیں ہے تو حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مراجعت فرماتے اگر حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی وہ مسئلہ نہ ہوتا تو اجماع صحابہ کو مدنظر رکھتے اور جہاں صحابہ کے قول میں بظاہر تضاد ہوتا مثلاً ایک راوی سے ایک طرح کا قول منقول ہے اور دوسرے راوی سے دوسرے طرح تو آپ ان دونوں قولوں میں موازنہ کرتے جو قول آپ کو وزنی معلوم ہوتا اس کو لے لیتے اور اگر اجماع صحابہ بھی اس مسئلے سے خاموش ہے تو پھر آپ قیاس کی طرف رجوع فرماتے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے عرصہ دراز تک محنت کی علم فقہ پر اور آنے والی نسلوں کے لئے علم فقہ کا مجموعہ تیار کیا اور بعد کے آنے والے ائمہ تو بالواسطہ یا بلا واسطہ آپ کے شاگرد ہیں اور آپ ہی کو یہ شرف حاصل ہوئی کہ آپ تابعی تھے اور تابعین افضل الامۃ بعد الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

"وفی الخیرات الحسان: منھا انه رأی جماعة من الصحابة کما مرّ وقد صحّ من طرق انه صلی اللّٰه علیه وسلم قال طوبیٰ لمن رأنی ولمن رأی من رأنی ولمن رأی من رأی من رأنی" -

(الخیرات الحسان ص۷۱)

"الحاصل أن التابعین افضل الامة بعد الصحابة... فنعتقد ان الامام الاعظم والھمام الاقدم ابوحنیفة افضل ائمة

المجتہدین واکمل الفقہاء فی علوم الدین ثم الامام مالك فانہ من اتباع التابعین ثم الامام الشافعی لکونہ تلمیذ الامام مالك بل تلمیذ الامام محمّد ثم الامام احمد فانہ کالتلمیذ للشافعی" (شرح فقہ اکبر بحوالہ مقدمہ فتاوٰی دارالعلوم دیوبند)



فصل ثانی

اساتذہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اساتذہ بہت زیادہ ہیں بعض حضرات نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اساتذہ ۴۰۰۰ ہزار شمار کئے ہیں۔ علم حدیث میں آپ کے مشہور اساتذہ میں سے عامر بن شرحبیل، عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ عامر بن شرحبیل رحمہ اللہ تعالیٰ نے پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت کی ہے۔ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ تعالیٰ نے دو سو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت کی ہے۔ اور علم فقہ میں آپ کے مشہور استاد حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانے میں آپ علم فقہ حاصل کرنے کے لئے متوجہ ہوئے اس وقت علم فقہ کے ماہر جو گردانے جاتے تھے وہ حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ تعالیٰ تھے اور حماد ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد تھے ابراہیم نخعی یہ علقمہ اور اسود رحمہم اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہیں۔ علقمہ اور اسود یہ حضرت عبداللہ بن مسعود و علی رضی اللہ عنہما کے شاگرد ہیں۔

جب آپ نے حماد رحمہ اللہ تعالیٰ کی شاگردی اختیار کی بہت کم زمانے میں خداداد صلاحیت کی بنیاد پر علم فقہ میں ماہر ہوئے لیکن اس کے باوجود عرصہ ۲۰ سال تک حماد رحمہ اللہ تعالیٰ کے زیر سایہ رہے۔ جب حماد کا انتقال ہوا تو آپ کو اس کا جانشین مقرر کیا گیا آپ حماد کی جگہ درس دینے لگے اس دوران آپ عوام اور علماء میں بہت مشہور ہوئے اطراف عالم سے لوگ علمی پیاس بجھانے کے لئے آپ کی مجلس کا انتخاب کرتے اور زانوئے تلمذ تہہ کرتے بہت سارے علماء نے آپ سے علم فقہ حاصل کیا امام

ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ صرف فقیہ ہی نہیں بلکہ ایک عظیم محدث بھی تھے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ بحیثیت محدث

اسلام کی نعمت ہر زمانے میں انسان کو دو ذرائع سے پہنچی، ایک اللہ کا کلام، دوسرا احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دونوں چیزیں ہمیشہ سے ایسے لازم وملزوم رہی ہیں کہ ان میں سے کسی کو کسی سے الگ کر کے نہ انسان کو کبھی دین کا صحیح فہم نصیب ہوسکا اور نہ وہ ہدایت سے بہرہ یاب ہوسکا۔ کتاب کو اگر نبی سے الگ کر دیں تو وہ ایک کشتی کے مانند ہے، ناخدا کے بغیر جسے لے کر اناڑی مسافر زندگی کے سمندر میں خواہ کتنا ہی بھٹکتا پھرے منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا اور اگر نبی کو کتاب سے الگ کر دیں تو اکثریت پیغمبر کو خدا کا درجہ دیں اور یہ دونوں نتیجے پچھلی قومیں دیکھ چکی ہیں، تو اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ قرآن وسنت دین کے ستون ہیں اور دین کی اصل یہی دو چیزیں ہیں قرآن مجید اگر متن ہے تو احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شرح ہے کیونکہ قرآن مجید کو سب سے زیادہ سمجھنے والی ایک ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس پر یہ کتاب نازل ہوئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کتاب مقدس کو زیادہ سمجھنے والے وہ حضرات ہیں جنہوں نے براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا، ظاہر ہے کہ ان حضرات کے اقوال، افعال اور پاکیزہ سیرتیں قرآن مجید کے دائرے کے اندر ہوں گی۔

تو قرآن مجید کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور صحابہ کا عمل اور تابعین کے اعمال واخلاق کو بنیادی حیثیت حاصل ہے قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ تو خلاق عالم نے خود لیا، لیکن جہاں تک احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ ہے تو خداوند قدوس نے ہر زمانے میں ایسے رجال کار پیدا فرمائے کہ جن کی جہد مسلسل اور کاوشوں سے احادیث صحیح طور پر ہم تک پہنچی۔ حدیث نبوی کی حفاظت کے

لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے حافظ اور نقاد پیدا کئے اور استنباط مسائل کے لئے مجتہدین پیدا فرمائے۔ اسی سلسہ میں ایک نام نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جنہوں نے پوری زندگی قرآن وسنت کی خدمت میں صرف کردی، جن کی جلالت شان میں علماء محدثین رطب اللسان ہیں۔ چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث روایت کی ہے، جس حدیث کا مصداق بعض حضرات نے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کو اور بعض نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ٹھہرایا ہے (حدیث اور علماء کی رائے حسب ذیل ہیں)

”عن ابی هريرة رضی الله عنه قال كنا جلوساً عندالنبی صلی الله عليه وسلم اذ نزلت عليه سورة الجمعة فلماقرأو اٰخرين منهم لما يلحقوا بهم، قالوا من هٰؤلاء يارسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يراجعه النبی صلی الله عليه وسلم حتیٰ سأله مرة او مرتين او ثلاثاوفينا سلمان الفارسی قال فوضع النبی صلی الله عليه وسلم يده علی سلمان الفارسی ثم قال لو كان الايمان عند الثريا لناله رجال من هٰؤلاء.“

(ترمذی ج۲ ص۲۳۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ”سورة الجمعة“ نازل ہوئی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”واٰخرين منهم لما يلحقو ابهم“ پڑھی تو کسی نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ دوسرے لوگ کون ہیں، جو ابھی تک ہم سے نہیں ملے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا یہاں تک کہ دو تین مرتبہ اس شخص نے پوچھا تو ہمارے ساتھ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی تھے، فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر رکھ کر فرمایا کہ اگر ایمان ثریا

ستاروں میں ہوتب بھی فارس کے کچھ آدمی اسے ضرور پالیں گے۔

دوسری روایت میں "لو کان الدین عند الثریا" کے الفاظ ہیں جبکہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں "لو کان العلم عند الثریا" کے الفاظ ہیں جس کا ماحصل ایک ہی ہے۔

مذکورہ بالا حدیث سے اہل فارس کی فضیلت ظاہر ہے اور وہ بھی محض ایمان، علم اور دین کی طلب کی وجہ سے اور انہی اہل فارس میں وہ لوگ پیدا ہوئے کہ میادین علم میں ان کی نظیر نہیں اور اہل فارس ہی میں امام بخاری اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ جیسے اساطین علم کا ورود مسعود ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اہل علم نے اس حدیث کا مصداق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور بعض نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ٹھہرایا چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے مختلف طرق پر بحث کے بعد لکھتے ہیں:

"فھٰذا اصل صحیح یعتمد علیه فی البشارۃ و الفضیلة"

(تبییض الصحیفة ص۲)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت میں یہ صحیح اور قابل اعتماد ہے۔

نیز علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو امام بخاری، امام مسلم، ابونعیم اور طبرانی کے حوالے سے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"قال الحافظ المحقق الجلال الدین السیوطی، ھذا اصل صحیح یعتمد علیه في البشارۃ بابی حنیفة وفی الفضیلة التامة الیٰ ان قال بعض تلامذۃ الجلال وماجزم به شیخنا من ان الامام ابا حنیفة ھو المراد من ھذا الحدیث ظاھر لاشك فیه"

(الخیرات الحسان ص۳۱)

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بشارت وفضیلت تامہ کے لئے یہ ایک صحیح اور قابل اعتماد اصل ہے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے

بعض شاگرد فرماتے ہیں کہ ہمارے استاد اور شیخ نے جزم کے ساتھ یہ فرمایا کہ اس حدیث سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہی مراد ہیں اور یہ بات بالکل واضح ہے۔

مذکورہ بالا حوالہ جات کا مقصد یہ ہے کہ اس حدیث کا مصداق امام موصوف بھی ہیں جبکہ دیگر محدثین کے لئے بھی یہ دروازہ بند نہیں ہے البتہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فضیلت ضرور حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرف تابعیت سے نوازا ہے جو کتب حدیث کے مصنفین میں سے کسی کو یہ شرف حاصل نہیں، چنانچہ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں۔

"انه ادرك جماعة من الصحابة كا نوا بالكوفة بعد مولده بها سنة ثمانين فهو من طبقة التابعين" (الخيرات الحسان ص٤٨)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت کو پایا جو اس وقت کوفہ میں تھے وہ ۸۰ھ میں وہاں پیدا ہوئے لہٰذا آپ تابعین کے طبقہ میں سے ہیں۔

امام صاحب کی جلالت قدر اور اس عظیم نسبت تابعیت کی وجہ سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے لقب سے مشہور ہیں اور ان کے اجتہادی مسائل پر اسلامی دنیا کی دو تہائی آبادی بارہ سو برس سے مسلسل عمل پیرا ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو صرف فقیہ ماننا اور ان کے محدث ہونے سے انکار کرنا سراسر زیادتی ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ محدثین کی نظر میں نہ صرف بلند پایہ محدث تھے بلکہ علم حدیث میں اپنے معاصرین پر فوقیت رکھتے تھے۔

چنانچہ مشہور محدث امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ جو فن رجال حدیث کے امام ہیں وہ فرماتے ہیں:

"كنت نقالاً للحديث فرأيت سفيان الثوري امير المؤمنين في العلماء وسفيان بن عيينة امير العلماء و يحيىٰ بن سعيد قاضي

العلماء و ابو حنیفة قاضی قضاة العلماء"
(مناقب الامام الاعظم ج۲، ص۴۵)

میں تو حدیث کا ناقل تھا جب میں نے دیکھا تو سفیان ثوری علماء میں امیر المؤمنین ہیں اور سفیان بن عیینہ امیر العلماء ہیں اور یحییٰ بن سعید قاضی العلماء ہیں لیکن ابو حنیفہ تو قاضی قضاۃ العلماء ہیں اسی طرح امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"انه واللّٰه لاعلم هٰذه الامة بماجاء عن اللّٰه ورسوله"
(مقدمه کتاب الاثار از نعمانی ص۸)

واللہ ابو حنیفہ اس امت میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ وارد ہوا ہے اس کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ اسی طرح امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ابو زکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے دریافت کیا کہ ابو حنیفہ علم حدیث میں سچے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

"کان ابو حنیفة یصدق فی الحدیث قال نعم صدوق"

ایک اور روایت کے مطابق یحییٰ بن معین کے الفاظ کچھ یوں نقل کئے گئے ہیں:

"یقول یحییٰ بن معین: وهو یسأل عن ابی حنیفة أثقة هو فی الحدیث فقال نعم ثقة کان واللّٰه أورع أن یکذب وهو اجل قدر ذالك" (مناقب موفق، ج۱ ص۱۹۲)

یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا وہ علم حدیث میں سچے ہیں تو یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا علم حدیث میں وہ سچے اور ثقہ ہیں۔

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یحییٰ بن معین کی رائے نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"وقال: صالح بن محمّد الاسدی عن ابن معین کان ابو حنیفة

ثقة فی الحدیث" (مدخل فی اصول الحدیث ص،۱۵)

ترجمہ: "امام صالح بن محمد الاسدی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یحییٰ بن معین سے روایت کرتے ہیں کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث میں ثقہ تھے۔"

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ علم حدیث کے حوالے سے وہ عظیم شخصیت ہیں اور آسمان علم کا وہ چمکتا دمکتا ستارہ ہیں جن کی سند حدیث صرف ایک واسطے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچتی ہے۔ یہ وہ مقام اور شرف ہے جو دیگر ائمہ حدیث واصحاب مذاہب اربعہ میں سے کسی کو حاصل نہیں، باوجود اتنی فضیلتوں کے وہ اس میدان میں معروف کیوں نہیں یہ وہ سوال ہے جو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقام سے بے خبر افراد کی زبانوں پر ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ چنانچہ امام حاکم اپنی سند کے ساتھ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"عن ابی حنیفة: أنه قال لایحل لرجل ان یروی الحدیث الا اذا سمعه من فم المحدث فیحفظه ثم یحدث به"

(میزان الکبریٰ ج، ۱، ص ۶۳)

ترجمہ: "امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ حدیث بیان کرے تاوقتیکہ وہ خود محدث کے منہ سے سنے اور اس وقت تک یاد رہے جس وقت وہ بیان کرے۔"

اسی طرح علامہ قرشی رحمۃ اللہ علیہ نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت حدیث کی ایک اور کڑی شرط یہ بھی بیان کی ہے:

"شرط روایة الحدیث عند ابی حنیفة، ان الراوی لم ینس الحدیث من حین حفظه الی وقت الروایة"

(تدریب الراوی ص:۱۶۰)

ترجمہ: ''امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں روایت حدیث کے جواز کی شرط یہ ہے کہ راوی نے جب سے حدیث یاد کی ہو تو اس وقت تک درمیان میں روایت نہ بھولی ہو''۔

روایت حدیث کی ایک اور کڑی شرط امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے اور فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں روایت حدیث کے جائز ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے، چنانچہ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

''وقد کان ابو حنیفة یشترط فی الحدیث المنقول عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قبل العمل به ان یرویه عن ذالك الصحابی جمع اتقیاء عن مثلهم وهکذا''

یعنی جو حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو اس میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ شرط لگاتے ہیں کہ عمل سے پہلے یہ دیکھ لیا جائے کہ راوی حدیث سے صحابی تک پرہیزگاروں کی ایک خاصی بڑی جماعت اسے نقل کرتی ہو پھر وہ قابل عمل ہو گی خلاصہ یہ کہ امام صاحب نے روایت حدیث کے لئے جو شرائط ذکر کی ہیں انتہائی کڑی شرائط ہیں جو شاید کسی اور محدث نے ذکر کی ہو اور یہی وجہ ہے کہ علم حدیث کے میدان میں امام صاحب معروف نہیں۔

چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تشدد روایت حدیث کے بارے میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اور ان کا مذہب نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

''وهذا مذهب شدید وقد استقر العمل علیٰ خلافه فلعل الرواة فی الصحیحین ممن یوصف بالحفظ لایبلغون النصف''

(نیل الاوطار، ج۱ ص۲۲)

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ مذہب بہت سخت ہے اور عمل اس کے خلاف قرار پایا ہے کیونکہ عین ممکن ہے کہ بخاری و مسلم کے ان رواۃ کی تعداد جو اس

شرط پر پورے اترتے ہوں نصف تک بھی نہ پہنچے۔

مذکورہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ کی شرائط سے بھی زیادہ سخت ہیں، اگرچہ جمہور محدثین اس شرط میں امام موصوف کا ساتھ نہیں دیتے لیکن خود امام صاحب علم حدیث میں کبار مجتہدین میں سے تھے، اس لئے دیانتاً اپنے اجتہاد کے پیش نظر یہ شرط لگائی اور اس شرط لگانے کی وجہ سے کوئی ان پر طعن نہیں کرسکتا۔

یہ بالکل اس طرح ہے جس طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امکان لقاء کو در خود قابل اعتماد نہیں سمجھا بلکہ حقیقت لقاء کی شرط لگائی۔ اگرچہ ایک ہی دفعہ کیوں نہ ہو تاکہ تدلیس وعنعنہ کا شبہ باقی نہ رہے۔ اگرچہ جمہور محدثین نے جن میں خصوصیت کے ساتھ امام مسلم پیش پیش ہیں، ان کی خوب تردید کی ہے اور جمہور نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھ نہیں دیا، جیسے کہ امام بخاری اور ابن العربی حسن حدیث پر عمل کو درست نہیں سمجھتے حالانکہ جمہور محدثین اس معاملے میں ان سے متفق نظر نہیں آتے۔ چنانچہ قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔

"والحق ماقالہ الجمہور" (تحفۃ الاحوذی، ج۲ ص۱۵)

لیکن یہ ان کے تقویٰ واحتیاط کی دلیل ہے اگرچہ جمہور محدثین ان کے مخالف کیوں نہ ہوں بالکل اسی طرح روایت حدیث میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اتنی کڑی شرائط ان کے تقویٰ اور حزم واحتیاط کی دلیل ہے۔ تشدد روایت کے بارے میں مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری رقمطراز ہیں۔

"حدیث کے بارے میں جتنی تشدید پابندی اور احتیاط امام ابوحنیفہ سے ثابت ہے کسی اور سے نہیں"

اس سے بڑھ کر امام صاحب کا علم حدیث کی روایت میں حزم واحتیاط کا کیا ثبوت پیش کیا جاسکتا ہے، مگر نہ ماننے والوں کے لئے دفتر کے دفتر بے سود اور ماننے

والوں کے لئے ایک بات بھی کافی ہے۔ اسی احتیاط کی بناء پر آپ کی احادیث کی تعداد کثیر نہیں ہے ورنہ اپنے معاصرین میں سے آپ علم حدیث میں سب سے بڑے عالم تھے لیکن علم حدیث کی روایت میں احتیاط آپ کا شیوہ تھا۔ چنانچہ ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے مسند ابی حنیفہ میں سند متصل کے ساتھ یحییٰ بن نصر بن حاجب کی زبانی نقل کیا ہے:

"میں ابوحنیفہ کے ہاں ایک ایسے مکان میں داخل ہوا کہ کتابوں سے بھرا ہوا تھا، میں نے دریافت کیا کہ کیا کتابیں ہیں، آپ نے فرمایا کہ یہ ساری کتب حدیث ہیں، میں نے ان میں سے بہت کم حدیثیں بیان کی ہیں، جن سے انتفاع ہو" (جامع المسانید للخوارزمی، ج ا ص ۳۰۸)

لیکن جس وقت امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ احادیث بیان کرتے تو معلوم ہوتا کہ واقعی کوئی محدث بول رہا ہے، چنانچہ علی بن الجعد الجوہری رحمۃ اللہ علیہ جو علم حدیث کے بہت بڑے حافظ امام بخاری و امام ابوداؤد کے استاذ ہیں فرماتے ہیں۔

"قال القاسم بن عباد فی حدیثه قال علی بن الجعد ابو حنیفة اذا جاء بالحدیث جاء به مثل الدرر." (نورالانوار)

ترجمہ: "امام ابوحنیفہ جب حدیث بیان کرتے تو موتی کی طرح آب دار ہوتی۔"

ان تمام بالا حوالہ جات سے مقصود یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو جس طرح خداوند قدس نے فقہ میں ایک ممتاز مقام عطاء فرمایا تھا، یہاں تک کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"الناس عیال علی ابی حنیفة فی الفقه"

اسی طرح اللہ نے آپ کو علم حدیث میں بھی ایک اعلیٰ مقام عطاء فرمایا تھا جس کے سبب سارے محدثین آپ کی جلالت شان میں رطب اللسان ہیں۔

لیکن ان تمام باتوں کے باوجود عام طور پر ہندو پاک میں یہی مشہور ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علم حدیث میں کوئی کتاب موجود نہیں اور بڑے علماء نے بھی یہ بات نقل کی ہے لیکن درحقیقت یہ ان کو غلط فہمی ہوئی ہے جس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہندوستان میں علم حدیث کا چرچا بنسبت دوسرے ممالک کے کم رہا اس لئے بعض مصنفین کو یہ غلط فہمی ہوئی، چنانچہ ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی لکھا ہے۔

"لم یجمع ابو حنیفة کتابا فی الحدیث" (المصفی شرح مؤطا)

اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے،

"واز ائمہ امروز ہیچ کتابے کہ خود ایشان تصنیف کردہ باشند بدست مردماں نیست الا موطا۔" (بستان المحدثین ص ۲۷، ۲۸)

کہ آج ائمہ فقہ کی کوئی کتاب جسے خود تصنیف کیا گیا ہو لوگوں کے ہاتھ میں نہیں ہے سوائے موطا کے۔

والد صاحب کی موافقت کرتے ہوئے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی لکھا ہے،

"باید نیست کہ از ائمہ اربعہ رحمہ اللہ تعالیٰ در علم حدیث غیر از موطا نیست"

(سیرۃ النعمان ص ۱۱۹)

انہی حضرات کی پیروی کرتے ہوئے مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ہماری رائے یہ ہے کہ آج امام صاحب کی کوئی تصنیف موجود نہیں ہے۔" (حیات امام مالک ص ۹۰)

اسی طرح مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین علامہ سید سلمان ندوی رحمۃ اللہ رقمطراز ہیں کہ:

"امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے سوا کسی امام مجتہد کے قلم سے علم حدیث کی کوئی تصنیف ظاہر نہیں ہوئی" (انسان العین فی مشائخ الحرمین ص ۱۶۸)

ہمارے یہاں بعض حضرات ویسے تو کسی کی تقلید نہیں کرتے لیکن اس قسم کے حوالہ جات کی وہ بخوشی تقلید کرتے ہیں کہ امام صاحب کو علم حدیث پر دسترس حاصل نہیں تھی۔ ان کی باتوں کا جواب دیتے ہوئے علامہ عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ:

> ''اس کا جواب یہی ہے کہ ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ محدث نہیں تھے تو ان کا انکار محل تعجب نہیں، البتہ شاہ ولی اللہ ''کتاب الاثار'' سے بخوبی واقف ہیں، انہوں نے شیخ تاج الدین قلعی حنفی ''مفتی مکہ'' سے اس اطراف کا سماع بھی کیا ہے۔ چنانچہ شاہ صاحب اپنی ایک تصنیف میں رقمطراز ہیں:
> واطراف کتاب الاثار امام محمد و مؤطائے اوازوے سماع نمود۔''
>
> (المصفیٰ ص ۸)

چنانچہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بھی معلوم ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

> ''آثارے کہ از امام ابوحنیفہ روایت کردہ است'' (اعلاء السنن ج ۲ ص ۲۱۱)

مگر شاید شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بجائے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سمجھتے ہیں چنانچہ بالکل اسی طرح محدث ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ نے خود مؤطا امام محمد کے بارے میں یہی خیال ظاہر کیا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں کتابوں کو جس انداز میں مصنفین سے روایت کیا ہے اس کو دیکھتے ہوئے اس قسم کی غلط فہمی کا پیدا ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، کیونکہ امام موصوف کا ان دونوں کتابوں میں طرز عمل یہ ہے کہ وہ ہر باب میں اولاً اس کتاب کی روایتیں نقل کرتے ہیں۔ پھر بالالتزام ان روایات کے متعلق اپنا اور اپنے استاد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بیان کرتے ہیں پھر اس پر عمل نہ کرنے کی وجوہ بالتفصیل بیان کرتے ہیں، اس وجہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں کتابیں امام محمد

رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کردہ ہیں، حالانکہ فی الحقیقت ایسا نہیں ہے بلکہ موطا امام مالک اور کتاب الآثار امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کردہ ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ صرف ان دونوں حضرات سے اس کے راوی ہے۔ لیکن چونکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کتابوں میں امور بالا کا اہتمام رکھا، اس بناء پر اس کی افادیت بڑھ گئی اور تداول اس درجہ عام ہوا کہ بجائے اس کے اصل مصنف کے یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے لگی اور کتاب الآثار امام محمد اور موطا امام محمد کہا جانے لگا اس وجہ سے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مشائخ کو غلط فہمی ہوئی۔ اب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مرویات کی تعداد کتنی ہیں تو آیئے دیکھتے ہیں۔ محمد بن سماعۃ مرویات ابو حنیفہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"ان الامام ذکره فی تصانیفه نیف وسبعین الف وانتخب الآثار من اربعین الف حدیث"

ترجمہ: "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار سے کچھ زیادہ احادیث ذکر کی ہیں اور کتاب الآثار کو چالیس ہزار احادیث سے منتخب فرمایا۔"

چنانچہ محقق العصر علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "اعلاء السنن" میں رقمطراز ہیں:

"قلت: ویدل علی صحة هذا القول ما روی عنه اصحابه"

(مقدمه اعلاء السنن ص۳۱٦)

میں کہتا ہوں کہ اس قول پر دلیل ان حضرات کی روایات ہیں جنہوں نے امام صاحب سے روایت کی ہے، جسے امام محمد بن الحسن نے اپنی چھ کتابوں میں جسے کتب ظاہر الروایۃ کہتے ہیں، اس کے علاوہ جیسے کہ نوادر اور اسی طرح امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "امالی" اور "کتاب الخراج" میں اور عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے

اور وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے مسائل ذکر کیے ہیں جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔

جب آپ روایات کو ملخص کرلیں جو احادیث مرفوعہ وآثار موقوفہ کے صراحتاً یا دلالۃً موافق ہیں جن مسائل کو آپ نے اپنے اجتہاد سے مستنبط کیا تو اس کے برابر پائیں گے یہ مسائل درحقیقت احادیث ہیں، جنہیں امام صاحب بطریق فتویٰ روایت کرتے ہیں۔ علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اتنی کثرت سے ایک شخص مسائل مستنبط کرے اور وہ احادیث کے موافق ہو پھر بھی کوئی اس کے بارے میں کہے کہ وہ علم حدیث سے ناواقف تھا تو یہ جہالت ہے یا یہ بات عناد پر مبنی ہے۔ ورنہ اگر حقیقت سے نظریں چرائی جائیں تو یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف فقیہ تھے بلکہ ایک عظیم محدث بھی تھے کیونکہ فقیہ بننے کے لئے احادیث میں مہارت تامہ ضروری ہے۔ چنانچہ حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا:

"اول من قعدنی للحدیث وفی روایۃ اول من صیرنی محدثا ابو حنیفۃ" (مناقب الامام الاعظم، ج۲ ص۴۵)

سب سے پہلا شخص جس نے مجھے حدیث کے لئے بٹھایا اور ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلا شخص جس نے مجھے محدث بنایا وہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں یہ کسی عام شخص کے الفاظ نہیں بلکہ سفیان بن عیینہ کے الفاظ ہیں جن کے بارے میں مشہور محدث عبدالرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"وسفیان بن عیینہ امیر العلماء" (مقدمہ اعلاء السنن ص۳۱۶)

کہ سفیان بن عیینہ امیر العلماء ہیں وہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے محدث بنایا۔ سفیان بن عیینہ کے اس قول کو نقل کرنے کے بعد عالم اسلام کے معروف مذہبی اسکالر اور عظیم علمی شخصیت شیخ عبدالفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ:

"وفیه دلیل علیٰ جلالة ابی حنیفة فی علم الحدیث واعتماد الناس علیٰ قوله فی تعدیل الرجال فلم یکن رضی اللّٰہ عنه محدثا فقط بل کان ممن یجعل الرجال محدثین"

(عقود الجمان بحواله تأنیب الخطیب للعلامة الکوثری ص۱۵٦)

ترجمہ: "یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت شان کی بڑی دلیل ہے علم حدیث میں اور تعدیل رجال میں لوگوں کو ان کے قول پر اعتماد بھی تھا آپ نہ صرف محدث تھے بلکہ محدث بنانے والے بھی تھے۔"

اسی طرح حافظ محمد بن یوسف الصالحی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ:

"کان ابو حنیفة من کبار حفاظ الحدیث واعیانهم".

(عقود الجمان ص١٦٦ بحواله الخیرات الحسان)

ترجمہ: "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بڑے حفاظ حدیث اور ان کے فضلاء میں شمار ہوتے ہیں۔"

اسی طرح امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"ما رأیت احداً اعلم بتفسیر الحدیث من ابی حنیفة"

ترجمہ: "میں نے علم حدیث کی تفسیر میں ابوحنیفہ سے زیادہ کوئی عالم نہیں دیکھا۔"

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت شان، ثقاہت اور عظمت کے تذکروں سے کتابیں بھری پڑی ہیں، البتہ امام صاحب وہ عظیم شخصیت ہیں کہ اللہ نے انہیں قبولیت عام اور شہرت تامہ نصیب فرمائی تھی۔ اسی طرح امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فقاہت اور محدثانہ کردار کسی بیان کا محتاج نہیں۔ فقہی ذخائر کا ہر صفحہ اور ہر جزئیہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث دانی کی بین دلیل ہے بدقسمتی سے بعض لوگ آنکھیں بند

کر کے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محدثانہ حیثیت سے انکار کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فقیہ تھے لیکن احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے نابلد تھے۔

یہ محض ان حضرات کی غلط فہمی ہے یا یہ بات عناد پر مبنی ہے جو دوسروں کو محدث بنانے والا ہو اس کی اپنی محدثانہ حیثیت سے انکار کرنا گویا سورج کو انگلی سے چھپانے کے مترادف ہے۔ مذکورہ بالا حوالہ جات سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ ایک عظیم محدث تھے لیکن ماننے والوں کے لئے ایک بات بھی کافی ہے اور نہ ماننے والوں کے لئے دفتر کے دفتر بے سود ہیں۔

خدارا ائمہ واکابرین کا مقام سمجھنے کی کوشش کیجئے ورنہ تو ایسے خار بکھیر لو گے جس کا چننا تمہارے لئے مشکل ہوگا اور ایسی تاریکی کی طرف چلے جاؤ گے کہ پھر تم صدائیں ضرور بلند کرو گے لیکن سننے والا کوئی نہیں ہوگا۔ پھر گلستان میں داخل ہونا تو دور کی بات گلستان دیکھنا تک نصیب نہ ہوگا۔

اللہ رب العزت ائمہ کا مقام سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلامذہ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہزاروں تشنگان علم نے علم حاصل کیا جن کا احاطہ مشکل بلکہ ناممکن ہے لیکن چند تلامذہ جو مشہور ہوئے ہیں ان کا مختصر تذکرہ۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ: امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ انصاری یعقوب بن ابراہیم الانصاری المولود سنۃ ۱۱۳ھ المتوفی سنۃ ۱۸۲ھ سب سے پہلے آپ نے علم فقہ ابن ابی لیلیٰ سے حاصل کیا۔ اس کے بعد آپ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی شاگردی اختیار کی اور علم فقہ حاصل کیا۔ آپ ۱۷ سال تک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے زیر سایہ رہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے کبھی بھی جدا نہیں ہوئے اور آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جن کو قاضی القضاۃ کہا گیا اور آپ عرصہ

دراز تک عہدہ قضاء پر فائز رہے ہیں۔ عدالتی معاملات میں اگر احناف کے درمیان اختلاف ہو تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا۔

آپ فقیہ، عالم، حافظ الحدیث تھے اور علم حدیث آپ نے ہشام بن عروۃ رحمہ اللہ تعالیٰ سے حاصل کیا ہے ابو اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ بھی علم حدیث میں آپ کے استاد ہیں۔ فقہ حنفی کو سرکاری طور پر جو عروج ملا اور جو اشاعت ہوئی یہ تمام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ ہوئی۔

ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب الثقات میں فرماتے ہیں:

"كان شيخاً متقناً."

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے پہلے علم حدیث کی طلب کی تو ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس آیا ان کے علاوہ دیگر لوگوں سے علم حدیث حاصل کی۔ محمد بن سلمۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قاضی مقرر ہونے کے بعد آپ روزانہ ۲۰۰ رکعت نفل ادا فرماتے۔

محمد بن الصباح فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ رجل صالح تھے اور بہت روزے رکھتے تھے۔ (المواھب الشریفہ)

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ: محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی رحمہ اللہ تعالیٰ المولود سنۃ ۱۳۲ھ المتوفی سنۃ ۱۸۹ھ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے علم فقہ حاصل کی اور تکمیل امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے کی امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی علم حاصل کیا ہے مؤطا امام مالک کے ایک معتمد راوی بھی ہیں دیگر اساتذہ میں مسعر بن کدام رحمہ اللہ تعالیٰ، سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ، ابو عمرو الاوزاعی شامل ہیں۔

فقہ حنفی کے لئے آپ کی بہت خدمات ہیں۔ کتابی شکل میں فقہ حنفی کا زیادہ مواد آپ کی کتابیں ہیں جن کی تفصیل طبقات مسائل کے عنوان سے آگے مستقل آرہی ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں عرصہ تین سال سے زیادہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں رہا اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے ۷۰۰ احادیث سنی ہیں۔ (المواہب الشریفہ)

دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے میرے لئے ترکہ میں تیس ہزار دراہم چھوڑے تھے پندرہ ہزار میں نے علم نحو اور شعر وشاعری کے علوم پر خرچ کئے اور پندرہ ہزار علم فقہ پر۔

مناقب

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اعلم بکتاب اللہ امام محمد جیسے شخص کے علاوہ کسی اور کو نہیں پایا اور میرا یہ کہنا درست ہوگا کہ قرآن پاک امام محمد کی لغت پر نازل ہوا ہے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ:

"وقد انصف الشافعی حیث قال من اراد الفقه فلیلزم اصحاب ابی حنیفةفان المعانی قد تیسرت لهم واللّٰه ما صرت فقیها الا بکتب محمد بن الحسن" (مقدمه در مختار)

اور یہ بھی فرمایا کہ:

"امن الناس علیّ فی الفقه محمد بن الحسن"

اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری مدد کی ہے دو آدمیوں کے ذریعہ علم حدیث میں میری مدد اللہ جل شانہ نے ابن عیینہ کے ذریعے۔ اور علم فقہ میں امام محمد کے ذریعے فرمائی۔

ابراہیم بن الحلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبل سے پوچھا کہ یہ مشکل مسئلے آپ کو کہاں سے ملے ہیں (یعنی ان مسائل کو کس نے حل کیا ہے) فرمایا

کہ یہ محمد بن الحسن کی کتابوں سے ملے ہیں۔

جب لغت کے مشہور امام کسائی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کا ایک ہی دن انتقال ہوا تو ہارون الرشید نے کہا کہ: دفنت الیوم اللغة والفقه. (المواہب الشریفہ)

امام زفر بن ہذیل رحمۃ اللہ علیہ المولود سنۃ ۱۱۰ھ المتوفی سنۃ ۱۵۸ھ: زفر بن ہذیل بن قیس البصری نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے علم فقہ حاصل کیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ قیاس کے ماہر گردانے جاتے تھے نیز امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے کبار تلامذہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے اور عمر میں بھی آپ سب سے بڑے ہیں

مناقب

"کان ابو حنیفة یجله ویعظمه یقول هو اقیس اصحابی"

(المواهب الشریفه)

امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مانفعنی مجالسة احد مثل مانفعنی مجالسةزفر"

(المواهب الشریفه)

عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"سمعت زفر یقول لانأخذ بالرای مادام اثر واذاجاء الاثر ترکنا الرای" (المواهب الشریفه)

حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ: المتوفی سنۃ ۲۰۴ھ آپ رحمہ اللہ نے علم فقہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے شروع کی لیکن تکمیل صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) رحمۃ اللہ علیہما سے کی، حسن بن زیاد بھی امام زفر رحمہ اللہ کی طرح قیاس کے ماہر سمجھے جاتے تھے اور علماء احناف کے ان دو حضرات کے بارے میں رائے مختلف ہیں کہ جب ان دو حضرات کے اقوال میں تعارض ہو جائے تو کس کے قول کو ترجیح دی جائے

گی اور کس بزرگ کا قول مفتیٰ بہ ہوگا۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ اس صورت میں امام زفر رحمہ اللہ کا قول مفتیٰ بہ ہوگا جبکہ بعض کے نزدیک امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ کا قول مفتیٰ بہ ہوگا۔

آپ رحمہ اللہ کچھ عرصہ کے لئے قاضی بھی مقرر ہوئے تھے۔

یہ وہ چار حضرات ہیں کہ جن پر فقہ حنفی کی عمارت قائم ہے اور انہی حضرات کو دیکھ کر امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

"وقال رجل عند وکیع اخطأ ابو حنیفة فزجره وقال من یقول هذا کالأنعام بل هم اضل سبیلا کیف یخطیء وعنده ائمة الفقه کأبی یوسف ومحمد وائمة الحدیث وعددهم وائمة اللغة والعربیة وعددهم وائمة الزهد والورع کالفضیل"

(الخیرات الحسان ص۷۲)

جامع المسانید میں امام وکیع بن الجراح کا قول یوں نقل کیا گیا ہے:

"کیف یقدر ابو حنیفة ان یخطی ومعه مثل ابو یوسف وزفر ومحمد فی قیاسهم واجتهادهم ومثل یحییٰ بن زائدة حفص بن غیاث وحبان ومندل فی حفظهم فی الحدیث ومعرفتهم به والقاسم بن معن یعنی ابن عبد الرحمٰن بن عبد الله بن مسعود فی معرفته باللغة فی العربیة وداؤدبن نصیر الطائی وفضیل بن عیاض فی زهدهما وورعهما فمن کان اصحابه هؤلآء وجلسائه لم یکن لیخطی لانه ان اخطأردوه الی الحق"

(جامع المسانید ص۳۳ بحواله تاریخ فقه لعمیم الاحسان)

فصل ثالث

دیگر اکابر احناف

❶ ابراہیم بن رستم مروزی رحمۃ اللہ علیہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے ہیں اور نوادر کے جامع ہیں ۲۱۱ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

❷ احمد بن حفص ابوحفص کبیر رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی اکثر مرویات کے راوی ہیں ۱۹۹ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔

❸ بشر بن غیاث رحمۃ اللہ علیہ یہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کے راوی بھی ہے ۲۳۰ھ کو بغداد کے قاضی مقرر ہوئے اور ۲۳۸ھ کو فوت ہوئے ہیں۔

❹ عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ یہ امام محمد اور امام حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہما کے شاگرد ہیں ۲۲۱ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

❺ محمد بن سماعہ رحمۃ اللہ علیہ صاحبین اور حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہم کے شاگرد ہیں اور بغداد کے قاضی بھی رہے ہیں ۲۳۳ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

❻ محمد بن شجاع رحمۃ اللہ علیہ یہ حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں اور ''تصحیح الاثار'' اور کتاب المضاربۃ کے نام سے کتابیں بھی لکھی ہیں ۲۶۷ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

❼ ابوسلیمان موسیٰ بن سلیمان جرجانی رحمۃ اللہ علیہ یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں تاریخ وفات معلوم نہ ہوسکا۔

❽ ھلال بن یحییٰ بن مسلم الرائے رحمۃ اللہ علیہ یہ امام ابو یوسف اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہما کے شاگرد ہیں "احکام الاوقاف" کے نام سے کتاب بھی لکھی ہے ۲۴۸ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

❾ احمد بن عمر الخصاف رحمۃ اللہ علیہ یہ اپنے دور میں علم میراث کے بہت ماہر تھے اور "کتاب الخراج" کے نام سے کتاب بھی لکھی ہے ۲۹۱ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

❿ ابو جعفر احمد بن عمران رحمۃ اللہ علیہ یہ قاضی مصر تھے "کتاب الوثائق" کے نام سے کتاب لکھی ہے۔

⓫ بکار بن قتیبہ بن اسد رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے "کتاب الحج" کے نام سے کتاب لکھی ہے اور ۲۹۰ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

⓬ ابو حازم عبد الحمید بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ یہ عیسیٰ اور ھلال بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہما کے شاگرد ہیں اور انہوں نے بھی وقف سے متعلق کتاب لکھی ہے۔

⓭ ابو سعید احمد بن حسن الروعی رحمۃ اللہ علیہ یہ اسماعیل بن حماد بن ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہم کے شاگرد ہیں "کتاب الفرائض" کے نام سے کتاب لکھی ہے اور قاضی کوفہ بھی رہے ہیں ۳۱۷ھ میں آپ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا ہے۔

⓮ ابو علی الدقاق رحمۃ اللہ علیہ یہ موسیٰ بن نصر رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں جو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں یہ بھی ۳۱۷ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

⓯ ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ یہ ۲۳۰ھ میں پیدا ہوئے ہیں اور امام مزنی رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ شافعی پڑھی بعد میں حنفی المسلک ہوگئے اور ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ حنفی کی تعلیم حاصل کی اور کئی سالوں تک قاضی بکار رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ وقت گزارا "مشکل الآثار" اور "شرح معانی الآثار" آپ رحمۃ اللہ علیہ کی گرانمایہ تصنیفات میں سے ہیں۔

ان اکابر کے علاوہ بھی اس دور میں دیگر اکابرین احناف موجود تھے جن کا ذکر اختصاراً حذف کر دیا گیا ہے ان مذکورہ بالا اکابر کی ذکر کردہ خدمات کے علاوہ فقہ حنفی کے لئے اور بھی خدمات ہیں۔



فصل رابع

تدوین فقہ کی ضرورت کیوں پیش آئی

جیسے پہلے گزر چکا ہے کہ سب سے پہلے فقہ کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مدون کیا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ خیال اس وقت آیا جب آپ حضرت حماد رحمہ اللہ تعالیٰ کے جانشین مقرر ہوئے اس کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلی وجہ روزانہ عوام اور خواص کی طرف سے جو مسائل درپیش آتے انہیں دیکھ کر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ خیال آیا کہ ایسا کیوں نہ ہو کہ ان تمام مسائل کو لکھ کر جمع کیا جائے اور ان کا حل قرآن وسنت واقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وغیرہ سے پیش کیا جائے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے علم فقہ مدون کیا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض قاضیوں کے غلط فیصلوں کی بناء پر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ خیال آیا کہ علم فقہ مدون ہونا چاہئے کیونکہ اگر فیصلے غیر شرعی طور پر اگر نافذ ہوں تو اس دین و مذہب کا سنبھالنے والا کون ہوگا اور اس وبال کی ذمہ داری کس کے اوپر ہوگی، تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قاضیوں کے غلط فیصلوں کے خوف سے علم فقہ مدون کیا۔

تیسری وجہ یہ تھی چونکہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود تاجر تھے تجارتی معاملات میں لوگوں کے غیر شرعی معاملات کو دیکھتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ خیال آیا کہ اگر ان لوگوں کو معاملات میں حرام وحلال کی تمیز ہو جائے تو یہ ان کے نجات کا ذریعہ بنے گی تو اسی بناء پر کہ معاملات صحیح رخ اختیار کرلے تو علم فقہ کو مدون کیا۔

چوتھی وجہ یہ تھی کہ ملک و وطن کے سیاسی حالات کو دیکھتے ہوئے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ خیال آیا کہ علم فقہ مدون ہونا چاہیے کیونکہ جس طرح عباسی حکومت اور اموی حکومت عوام پر ظلم ڈھائے ہوئی تھی، اور وہاں پر لوگوں کو انصاف فراہم نہ تھا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ خیال آیا کہ ایسا کیوں نہ ہو کہ اس ملک میں لوگوں کو انصاف مہیا ہو اور عوام ظالموں کے ظلم سے نجات حاصل کر لے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علم فقہ مدون کیا۔

وامرھم شوریٰ بینھم

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو پہلی گرفتاری کے بعد ۱۲۲ھ میں رہائی ملی لیکن فقہ کی تدوین کا کام آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت شروع کیا جب آپ حرم شریف سے دوبارہ کوفہ تشریف لائے اور عباسی دور حکومت تھی، امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے باقاعدہ ایک مجلس علمی قائم کی جو ۴۰ افراد پر مشتمل تھی اور اس مجلس علمی کے افراد ہر علم وفن سے آشنا تھے یہ حضرات اپنے علم وفن میں مہارت کے ساتھ ساتھ خدا ترسی، زہد وتقویٰ اور دوسرے اوصاف سے بھی متصف تھے۔

خود امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جنہیں اس مجلس علمی کے صدر کی حیثیت حاصل تھی ان سارے فضائل وکمالات کے جامع تھے جن کی ایسے اہم دینی کاموں میں ضرورت ہوتی ہے اور اس زمانے میں ایسا دینی مکتب فکر نہیں تھا جس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بیدار مغزی کے ساتھ استفادہ نہ کیا ہو ہزاروں محدثین وشیوخ کے فیض یافتہ تھے کم وبیش چار ہزار تابعین ومشائخ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علمی تشنگی دور کی تھی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تابعی ہونے کا شرف بھی حاصل تھا جو دیگر ائمہ ثلاثہ وائمۃ العصر وغیرہم (رحمۃ اللہ علیہم) میں سے کسی کو حاصل نہ تھا۔

چنانچہ حافظ ابن حجر مکی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ:

"وفی فتاوٰی شیخ الاسلام ابن حجرانه ادرك جماعة من الصحابة كانوا بالكوفة بعد مولده بها سنة ثما نين فهو من طبقة التابعين ولم يثبت ذالك لاحد من ائمة الامصار المعاصرين كالاوزاعی بالشام والحمادين بالبصرة والثوری بالكوفة ومالك با لمدينة الشريفة والليث بن سعد بمصر"

(الخیرات الحسان ص۲۳)

ایک ایک مسئلے پر بحث

ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ یہ مجلس علمی ایک ایک مسئلے پر کئی دن تک بحث ومباحثہ کرتی بعض مرتبہ نوبت مہینے سے زیادہ تک پہنچ جاتی پہلے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کی رائے سنتے اور لکھنے کا حکم دیتے اور ان حضرات کے دلائل بھی سنتے اور لکھنے کا حکم دیتے پھر اپنا اظہار خیال فرماتے اور اپنے اظہار پر قرآن وسنت واقوال صحابہ کرام سے دلائل دیتے اس کے بعد جا کر جب اس مسئلے پر مجلس کا اتفاق رائے ہوجایا کرتا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلے کو لکھ دیتے۔

ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ملاحظہ ہو:

"فكان اذاوقعت واقعة شاورهم وناظرهم وحاورهم وسألهم فيسمع ماعندهم من الاخبار والأثار ويقول ماعنده ويناظرهم شهرا او اكثر حتى يستقر أخر الاقوال فيثبته ابو يوسف حتى اثبتت الاصول على هذالمنهاج" (مقدمہ شامی)

کتاب وسنت واقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے استنباط

یہ مجلس علمی پہلے جو فیصلہ کرتی اور کوئی بھی مسئلہ درپیش ہوتا تو اس مسئلے کو قرآن

وسنت کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کرتی، چنانچہ طریقہ کار یہ ہوتا تھا کہ مجلس علمی کا ہر فرد اس مسئلے سے متعلق قرآن وسنت سے استدلال پیش کرتا اور دلائل دیئے جاتا پھر صدر مجلس امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ خود قرآن وسنت سے دلائل پیش کرتے جب اس مسئلے کے ہر پہلو پر اطمینان حاصل کر لیا جاتا تو اسے جچے تلے الفاظ میں لکھ دیا جاتا۔

سوچنے کا مقام ہے کہ اگر تنہا شخص فیصلہ کرتا تو غلطی کا امکان ہوتا لیکن جب اتنی بڑی مجلس ہو اور مسئلے پر مہینوں بحث جاری ہو، کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اقوال صحابہ سامنے ہوں تو غلطی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

لیکن انسان چونکہ خطا کا پتلہ ہے اور غلطی ہو بھی سکتی ہے اس لئے ممکن تھا کہ کہیں کسی مسئلے میں لغزش رہ گئی ہو یا استنباط کے طریقے میں غلطی ہوئی ہو تو اس مقام پر علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرمایا ہے۔

"فقد صح عن ابی حنیفة انه قال اذا صح الحديث فهو مذهبی وقد حكى ذالك الامام عبد البرعن ابی حنیفة وغيره من الائمة" (عقود رسم المفتی)

یہ بات بالکل درست تھی کہ جو ترتیب مسائل کی ہو رہی تھی وہ قرآن وسنت اور اقوال صحابہ کرام کی روشنی میں ہی ہو رہی تھی اس ترتیب جدید کا منشاء یہی تھا کہ امت مسلمہ کی خاطر زمانہ حال کے مطابق مسائل آسان اسلوب میں حل ہو جائیں اس لئے کہ زمانے کی رفتار کا جو رخ تھا وہ بتا رہا تھا کہ انسانی مزاج سہل طلب بنتا جا رہا ہے اگر اس وقت ان مسائل کو توجہ نہ دی گئی تو آگے چل کر دشواری بڑھتی جائے گی۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگردوں اور مجلس علمی کے افراد کو یہ حکم دیا تھا کہ کسی مسئلے پر جم نہ جانا بلکہ اگر اس میں آپ کو وزنی رائے کوئی دوسری معلوم ہو تو اسی کو اختیار کر لینا اور دوسروں کو اس کا حکم دینا کیونکہ ان اولیاء اللہ کو اپنے قول کی ترویج مقصود نہ تھی بلکہ رضائے الٰہی اور قرآن وسنت پر عمل مقصود تھا۔

چنانچہ علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

"فاعلم ان ابا حنیفة من شدة احتیاطه و علمه بان الاختلاف من آثار رحمته قال لاصحابه ان توجه لکم فقولوا به"

(عقود رسم المفتی)

آپ کے تلامذہ واصحاب اور بعد کے مجتہدین احناف نے اس قول کی اہمیت کو محسوس کیا اور جہاں کسی مسئلے کے اندر دلائل کی روشنی میں کوئی شبہ پیدا ہوا اسے ترک کردیا اور کتاب وسنت کے دائرے میں جو دوسری صحیح صورت نظر آئی اس پر عمل کیا اور لوگوں کو بھی اس پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ اصحاب ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے قول پر فتویٰ دیا ہے اور خود امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اگر کوئی دوسرا قول وزنی معلوم ہوتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے قول سے رجوع فرماتے اور اس کی بھی بکثرت مثالیں موجود ہیں جیسے نبیذ تمر سے وضوء کا مسئلہ ہے۔

اس بات کو علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ یوں نقل فرماتے ہیں کہ:

"وقد یتفق لهم ان یخالفوا اصحاب المذاهب لدلائل واسباب ظهرت لهم" (مقدمہ شامی)

اور اسی دوران جتنے بھی مسائل لکھے گئے ان مسائل کی کتابت امام ابو یوسف، اسد بن عمرو اور یحییٰ بن زکریا رحمۃ اللہ علیہم نے کی ہے۔

۲۲ برس بعد اس مجلس علمی نے ایک مجموعہ تیار کیا اور یہ مجموعہ ۸۳ ہزار دفعات پر مشتمل تھا جن میں سے ۳۸ ہزار دفعات عبادات سے متعلق تھے اور ۴۵ ہزار دفعات معاملات سے متعلق تھے اور اس مجموعے کو ترتیب دے کر اس کے آخر میں احکام الفرائض (میراث) کا اضافہ کردیا گیا۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مدون شدہ قانون فقہ اس وقت کے علماء اور تمام والیان حکومت کے کام آیا اور یہ قانون فقہ عدالتوں میں بھی داخل کردیا گیا اور اسی کے

مطابق فیصلے ہونے لگے۔

مجلس علمی کے ۴۰ اکابرین کے اسماء گرامی

1. امام زفر رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۵۸ھ
2. امام مالک بن مغول رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۵۹ھ
3. امام داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۶۰ھ
4. امام مندل بن علی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۶۸ھ
5. امام نصر بن عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۶۹ھ
6. امام عمرو بن میمون رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۷۱ھ
7. امام حبان بن علی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۷۳ھ
8. امام ابوعصمہ رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۷۳ھ
9. امام زہیر بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۷۳ھ
10. امام قاسم بن معین رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۷۵ھ
11. امام حماد بن الامام الاعظم رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۷۶ھ
12. امام ہیاج بن بسطام رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۷۷ھ
13. امام شریک بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۷۸ھ
14. امام عافیہ بن یزید رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۸۰ھ
15. امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۸۱ھ
16. امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۸۲ھ
17. امام محمد بن نوح رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۸۲ھ
18. امام ہشیم بن بشیر السلمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۸۳ھ
19. امام ابوسعید یحییٰ بن زکریا رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۸۴ھ

٢٠ امام فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۸۷ھ
٢١ امام اسد بن عمرو رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۸۸ھ
٢٢ امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۸۹ھ
٢٣ امام علی بن مسہر رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۸۹ھ
٢٤ امام یوسف بن خالد رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۸۹ھ
٢٥ امام عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۲ھ
٢٦ امام فضل بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۲ھ
٢٧ امام علی بن ظبیان رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۲ھ
٢٨ امام حفص بن غیاث رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۴ھ
٢٩ امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۷ھ
٣٠ امام ہشام بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۷ھ
٣١ امام یحییٰ بن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۸ھ
٣٢ امام شعیب بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۸ھ
٣٣ امام ابو حفص بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۹ھ
٣٤ امام ابو مطیع بلخی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۹ھ
٣٥ امام خالد بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۹ھ
٣٦ امام عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۰۳ھ
٣٧ امام حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۰۴ھ
٣٨ امام ابو عاصم النبیل رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۱۲ھ
٣٩ امام مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۱۵ھ
٤٠ امام حماد بن دلیل رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۱۵ھ

"قال ابن حجر مکی الشافعی رحمة الله علیه: وقال بعض

الائمة لم يظهر لاحد من ائمة الاسلام المشهورين مثل ما ظهر لابی حنيفة من الاصحاب والتلاميذ ولم ينتفع العلماء وجميع الناس بمثل ما انتفعو به وباصحابه فی تفسير الاحاديث المشبهة والمسائل المستنبطه والنوازل والقضاء والاحكام" (الخيرات الحسان ص٦٠)

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ جامع مسجد کوفہ تشریف لائے ایک ہزار اہل علم موجود تھے مجلس علمی کے ۴۰ افراد بھی ہمراہ تھے اور علاقے کے جید علماء کرام بھی موجود تھے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے تمہارے لئے گھوڑے پہ زین کس لی ہے سب کچھ کرنے کے بعد اب تمہارے لئے مسائل کا حل اتنا سہل ہوگیا ہے کہ آپ لوگ متبوع ہوں گے اور لوگ آپ کی اتباع کریں گے۔

"قال ابن عابدين رحمة الله عليه: ونقل عن مسند الخوارزمی ان الامام اجتمع معه الف من اصحابه اجلهم وافضلهم اربعون قد بلغوا حد الاجتهاد فقربهم وادناهم وقال لهم انی الجمت هذا الفقه واسرجته لكم فاعينونی فان الناس قد جعلونی جسراً علی النار فان المنتهی لغيری واللعب علی ظهری" (مقدمه شامی)

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ تمہاری عزت علم کی عزت اور تمہاری ذلت علم کی ذلت۔

نیز یہ بھی فرمایا تھا کہ قضاء میں ظاہر اور باطن دونوں ایک طرح رکھو لوگوں کے مسائل کے حل کے لئے اپنے دروازے ہمیشہ کھلے رکھو اور نماز باجماعت کی پابندی کیا کرو اور میرے ذہن سے اس فقہ کو مدون کرنے کا بوجھ اور بارگراں اتر گیا بحمد اللہ۔

اور کمیٹی کے ارکان کے بارے میں فرمایا کہ یہ چالیس کے چالیس علماء قضاء کے

اہل ہیں اور ان میں سے دس علماء ایسے ہیں کہ جو ترتیب قضاء بھی دے سکتے ہیں۔

وہ مجموعہ جو ۸۳ ہزار دفعات پر مشتمل تھا اس مجموعے کے اندر بعد میں اضافے بھی ہوئے کچھ اضافے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آخری بار قید کے دوران کئے اور کچھ اضافے امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے کئے۔

جامع المسانید میں لکھا ہے کہ بعد میں ان تمام دفعات کی تعداد ۵ لاکھ ہوگئی تھی۔

"وقد قيل بلغت مسائل ابی حنيفة خمس مأة الف مسئلة وكتبه كتب اصحابه تدل على ذالك مع ما تضمنه مذهبه من المسائل الغامضة المشتملة على دقائق النحو والحساب مايتعب استخراجها العلماء بالعربية والجبر والمقابلة وفنون الحساب" (جامع المسانید ص۳۵)



فصل خامس

طبقات مسائل

فقہ حنفی میں عموماً جو مسائل ہیں وہ تین طرح کے ہیں:

① ظاہر الروایۃ ② نوادر ③ نوازل۔

ظاہر الروایۃ

یہ وہ کتابیں ہیں کہ ان کے مسائل کی روایت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے اس قدر عام اور شہرت کے ساتھ ہوئی کہ دلوں پر ان کا اعتماد بڑھ گیا اور قائم رہا اور عمومی طور علماء احناف نے ان کو قبول کر لیا اور ظاہر الروایۃ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی چھ کتابیں ہیں:

❶ **جامع صغیر:** یہ کتاب مسائل فقہیہ کے چھ حصص پر مشتمل ہے اور مسائل کے راوی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے عیسیٰ بن ابان اور محمد بن سماعۃ رحمۃ اللہ علیہما ہیں، اس کتاب کی تبویب قاضی ابو طاہر محمد بن الدباس رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے نیز یہ مسائل امام محمد رحمۃ اللہ علیہ امام قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں اور وہ سراج الائمۃ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے۔

ہندوستان میں حیدر آباد دکن سے یہ کتاب علامہ عبدالحئی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے حاشیہ کے ساتھ چھپی ہے۔

❷ **جامع کبیر:** یہ کتاب بھی بعینہٖ جامع صغیر کی طرح ہے یعنی راویوں اور مسائل کے حوالے سے لیکن اس کتاب میں مسائل اور فروعات مسائل بہت زیادہ ہیں یہ کتاب بھی ہندوستان میں حیدر آباد دکن سے شائع ہوئی ہے۔

③ مبسوط: یہ کتاب "اصل" کے نام سے مشہور ہے نیز یہ کتاب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے بڑی تصنیف ہے اس کتاب میں ہزاروں مسائل جمع کیے گئے ہیں ان میں مذکور تمام مسائل کا جواب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے خود دیا ہے۔

نیز اس کتاب میں وہ مسائل بھی مذکور ہیں جن مسائل میں صاحبین (امام ابو یوسف، امام محمد) رحمۃ اللہ علیہما کا اختلاف ہے۔

اس کتاب میں مسائل ذکر کرنے کا طریقہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اختیار کیا ہے کہ سب سے پہلے مسئلہ متعلقہ سے متعلق آثار ذکر کرتے ہیں پھر ان آثار سے جو مسائل مستنبط ہوتے ہیں ان کو ذکر کیا جاتا ہے۔ اور مسائل کا خاتمہ امام ابوحنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہما کے اختلاف پر کیا جاتا ہے، اس کتاب کے راوی احمد بن حفص رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

④ زیادات: اس کتاب میں وہ مسائل جمع ہیں جو اصل (مبسوط) پر زیادہ کیے گئے ہیں اس کے علاوہ ان جیسے مسائل پر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "زیادات الزیادات" بھی موجود ہے اس کتاب کے راوی بھی امام احمد بن حفص رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

⑤ سیر صغیر: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں جہاد، مغازی، سیاست اور حکومت کرنے سے متعلقہ مسائل جمع کیے ہیں۔ اس کتاب کے راوی بھی امام احمد بن حفص رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

⑥ سیر کبیر: اس کتاب میں بھی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جہاد، مغازی، سیاست اور حکومت سے متعلقہ مسائل جمع کیے ہیں لیکن ذرا بسط اور تفصیل کے ساتھ یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے آخری تصنیف ہے یہ کتاب علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح کے ساتھ ہندوستان میں حیدر آباد دکن سے شائع ہوئی ہے اس کتاب کے راوی سلیمان جوزجانی اور اسماعیل بن ثوابہ رحمۃ اللہ علیہما ہیں۔

نوادر

ظاہر الروایۃ کے علاوہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی باقی جتنی تصانیف ہیں ان کو نوادر کہا جاتا ہے جیسے "کیسانیات" "جرجانیات" "ہارونیات" "رقیات" وغیر ذالک۔

"کیسانیات" کے راوی سلیمان کیسانی ہے اور اسی وجہ سے اس کو کیسانیات کہا جاتا ہے۔

"جرجانیات" اس کے راوی صالح جرجانی ہے اور اسی وجہ سے اس کو جرجانیات کہا جاتا ہے۔

"ہارونیات" یہ ہارون الرشید کے زمانے میں لکھی گئی ہیں اسی وجہ سے اس کو ہارونیات کہا جاتا ہے۔

"رقیات" یہ وہ مسائل ہیں جن کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے رقاء نامی مقام پر لکھا ہے اور اسی وجہ سے ان مسائل کو رقیات کہا جاتا ہے۔

نوازل

یہ وہ مسائل ہیں کہ اکابر احناف اربعہ سے ان مسائل میں کوئی روایت منقول نہ ہو بلکہ بعد کے مشائخ نے ان مسائل کا حل پیش کیا ہو نوازل پر سب سے پہلی کتاب ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے اور اس کتاب کا نام انہوں نے "کتاب النوازل" رکھا ہے۔

وکتب ظاهر الرواية اتت ستا وبالاصول ايضاً سميت
صنفها محمد الشيبانى حرر فيها المذهب النعمانى
الجامع الصغير والكبير والسير الكبير والصغير
ثم الزيادات مع المبسوط تواترت بالسند المضبوط
كذاله مسائل النوادر اسنادها فى الكتب غير ظاهر

وبعدها مسائل النوازل خرجها الاشیاخ بالدلائل

(عقود رسم المفتی)

"وفی کتاب الحج من البحر ان کافی الحاکم ھو جمع کلام محمد فی کتب الستة اللتی ھی ظاھر الروایة" (مقدمہ شامی)

فائدہ ❶: شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی مسئلے کے متعلق ظاہر الروایۃ موجود ہو تو بلا تحقیق اس پر فتویٰ دیا جائے، اور اگر روایت شاذہ ہے تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں:

① شاذ موافق الاصول ہوگی۔ ② موافق الاصول نہ ہوگی۔

اگر روایت شاذہ موافق الاصول ہو تو اسی پر فتویٰ دیا جائے گا اگر موافق الاصول نہ ہو تو اس کو ترک کیا جائے گا،

فائدہ ❷ استنباط متاخرین: اگر کسی مسئلے میں متقدمین علماء احناف سے کوئی قول منقول نہ ہو اور بعد کے مشائخ نے اس کو مستنبط کیا ہو اس کی بھی دو صورتیں ہیں:

① استنباط متاخرین سے جمہور متفق ہوں گے ② متفق نہ ہوں گے۔

اگر جمہور استنباط متاخرین سے متفق ہوں تو اسی پر عمل کیا جائے گا، اور اگر جمہور متفق نہ ہوں تو کوشش کی جائے گی کہ سلف کے اصول کے موافق اسے بنا دیا جائے اگر اس کی گنجائش بھی باقی نہ رہے تو اس کو ترک کیا جائے گا۔

صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کی خدمات فقہ حنفی کے لئے

فقہ حنفی کی ترویج اور اشاعت کے لئے جو کام امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما نے کیا ہے اس جیسا کام آج تک کوئی نہ کرسکا اور نہ ہی کر سکے گا۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ان قابل فخر شاگردوں میں سے ہیں کہ سرکاری طور پر آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی نے فقہ حنفی کو رائج کیا نیز امام ابو

یوسف رحمۃ اللہ علیہ وہ شخصیت ہیں کہ بیٹے کے انتقال کی خبر سن کر بھی اپنی تعلیم جاری رکھی اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جدا نہ ہوئے

"ولازم ابو یوسف الیٰ قوله..... حتیٰ مات له ابن فلم یحضر جهازه ولادفنه وترکه علی جیرانه واقربائه مخافة ان یفوت من ابی حنیفة شیء فلا تذهب حسرته"

(المواهب الشریفة)

اور اسلام میں آپ ہی وہ پہلی شخصیت ہیں جن کو قاضی القضاۃ کہا گیا۔

"وابو یوسف اول من دعی بقاضی القضاة فی الاسلام"

(حواله بالا)

اور فقہ حنفی پر بھی سب سے پہلے کام آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کیا۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی کرتے ہوئے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تکمیل کی، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علوم کو پھیلانے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال جمع کرنے میں اہم کردار امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کی تفصیل "طبقات مسائل" کے عنوان سے گزر چکی ہے۔

فقہ حنفی کو عوام تک پہنچانے اور عوام الناس کے مسائل کو حل کرنے کے لئے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کاوشوں کا ہر شخص معترف ہے، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عالم تھا کہ پوری رات بیت جاتی آپ ایک لمحے کے لئے بھی نہ سوتے اور پوری رات مطالعے میں مصروف رہتے۔

ایک دن کسی شخص نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ رات کو کیوں نہیں سوتے ہو پوری رات مطالعے میں گزر جاتی ہے آخر کیا وجہ ہے؟ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا جواب مؤرخین نے نقل کیا ہے، کہ آپ نے جواب میں یہ کہا کہ میں کیسے سو جاؤں کہ پوری دنیا یہ سوچ کے سو رہی ہے کہ کل اگر مسئلہ آیا تو محمد اس کا جواب دیں گے۔ میں

سو کران لوگوں کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتا اور اس مسئلے کا جواب پھر کون دے گا۔

"کیف انام وقد انامت العیون وتوکل علینا"

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی دیگر تصانیف میں "کتاب الآثار" "کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ" وغیرہ شامل ہیں نیز امام محمد رحمۃ اللہ علیہ مؤطا امام مالک کے مستقل ایک راوی بھی ہے "مؤطا امام مالک" اور "مؤطا امام محمد" یہ دونوں کتابیں درس نظامی میں داخل ہیں۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ دنیا میں جہاں بھی اسلامی مملکتیں تھیں وہاں پر فقہ حنفی کثرت سے رائج رہی ہے سوائے ہسپانیہ کے کہ وہاں فقہ حنفی بہت کم رائج رہی اور پوری دنیا میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ موجود رہے ہیں۔



فصل سادس

عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت کے بعد جب اموی دور حکومت شروع ہوا، اور ہشام بن عبد الملک کے زمانے میں ظلم عروج پر تھا اور کوئی شخص اس کی مخالفت کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا حضرت امام زید رحمۃ اللہ علیہ نے (جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی آل میں سے ہیں) ہشام بن عبد الملک کے ظلم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کیا اور ہشام بن عبد الملک سے بغاوت کی، اہل کوفہ نے ان کا بھرپور ساتھ دیا لیکن اس نے بالآخر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو شہید کر دیا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ علانیہ طور پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھ نہیں دیا لیکن پس پردہ آپ کی حمایت کرتے رہے۔ اس وقت کوفہ کا گورنر عمرو بن جبیرہ تھا حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کر لیا گیا اور یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی گرفتاری تھی۔

گرفتار کرنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کو وزارت خزانہ کی پیش کش کی گئی لیکن آپ نے اس کو ٹھکرا دیا یہ ۱۲۲ھ کی بات ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو جیل میں ڈالا، جب حکام کو یہ پتہ چلا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی بھی طرح ماننے والے نہیں ہے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو رہا کر دیا گیا۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ سوچا کہ اب تو یہاں کام نہیں ہو سکے گا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ حرم شریف تشریف لے چلے اور عرصہ ۹ سال آپ رحمۃ اللہ علیہ حرم شریف میں رہائش پذیر رہے۔

۱۳۲ھ میں جب اموی حکومت ختم ہوئی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ فوراً کوفہ تشریف لائے اور عباسی دور حکومت شروع ہوئی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ علم دین کا کام

شروع کیا لیکن پتہ چلا کہ عباسی حکومت اموی حکومت سے بھی زیادہ ظالم ہے۔

اس ظالم حکومت کے خلاف سب سے پہلے آواز امام محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھائی اور اس آواز کے جواز پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا۔

محمد بن عبد اللہ نے خلافت کا دعویٰ کیا اور اپنی مہم کا آغاز کیا اسی مہم میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عباسی حکومت کے خلاف کافی کام کیا لیکن ان ظالموں کے ہاتھوں آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی شہید ہو گئے۔

محمد بن عبد اللہ کی شہادت کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے علم خلافت بلند کیا اور سراج الامت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کھل کر ان کا ساتھ دیا اور کوفہ میں ابراہیم بن محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہم کے لئے کام کرتے رہے اور لوگوں کو ابراہیم بن محمد کا ساتھ دینے کے لئے آمادہ کرتے رہے اور ترغیب بھی دیتے رہے، کچھ عرصہ مختلف علاقوں میں یہ شورشیں چلتی رہی لیکن بالآخر والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جام شہادت نوش فرمالی۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ جب بھی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ابراہیم بن محمد کی شہادت کا تذکرہ فرماتے تو بے اختیار آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔

ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ کی شہادت کے بعد جب حکومت نے یہ دیکھا کہ اس کا قریبی ساتھی کون تھا معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان کے قریبی ساتھی تھے تو خلیفہ وقت منصور نے بلاوا بھیجا کہ امام ابو حنیفہ کو میرے پاس لاؤ، جب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاس لائے گئے تو آپ پر عہدۂ قضاء پیش کیا گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انکار فرمایا آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کر کے قید و بند کی صعوبتیں دی گئیں حتیٰ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قید کے دوران جان جاں آفریں کے حوالے کر دی۔

"وانما السبب فی ذالك ان بعض اعداء ابی حنیفة دس الی المنصوران اباحنیفة هوالذی اثار علیه ابراهیم بن عبدالله بن الحسن ابن علی رضی الله عنهم الخارج علیه بالبصرة وان ابا حنیفة قوّاه بمال کثیر فخاف خوفاً شدیداولم یقر له قرار فخشی المنصور من میله الی ابراهیم لانه اعنی اباحنیفة کان وجیها ذامال واسع من التجارةفطلبه لبغداد ولم یجسرعلی قتله بغیر سبب فطلب منه القضاء مع علمه بانه لایقبله لیتوصل بذالك الی قتله" (الخیرات الحسان ص۱۴۵)

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ منصور نے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ بلاد اسلامیہ کے تمام قاضی اس کے امر کے ماتحت ہوں اس سے جو چاہے کرواتا رہے، اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اسی وجہ سے عہدہ قضاء پیش کیا گیا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے صراحتاً انکار فرمایا منصور نے قسم کھائی کہ اگر تم یہ عہدہ قبول نہیں کرو گے تو آپ کو گرفتار کیا جائے گا (دراصل یہ عہدہ پیش کرنا گرفتاری کا بہانہ تھا) اور آپ پر تشدد کیا جائے گا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے پھر بھی انکار فرمایا تو منصور نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کیا اور پھر بھی بار بار اس خواہش کا اظہار کرتا رہا کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ عہدہ قبول کرلیں لیکن امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ جل شانہ نے استقامت جیسی صفت سے متصف فرمایا تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ بار بار انکار فرماتے رہیں چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کر کے قید میں ڈالا۔

منصور کے حکم سے روزانہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بازار لایا جاتا اور آپ کے اوپر آوازیں کسی جاتیں اور دس کوڑے لگائے جاتے یہاں تک کہ ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بازار لایا گیا اور اتنی شدید سزا دی کہ ظلم کی انتہا کردی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایڑھیوں پر خون بہنے لگا اس کے علاوہ منصور ظالم نے آپ کے کھانے پینے میں بھی تنگی

پیدا کردی یہ ظلم وہ روزانہ کرتے رہے اور سراج الامۃ بڑی استقامت سے سہتے رہے، حتی کہ دس۱۰ دن پورے ہو گئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت روئے اور اللہ جل شانہ سے دعاء فرمائی اور پانچ روز بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔

وللہ در القائل:

ذهب الفقه فلافقه لكم فاتقوا الله وكونوا خلفا

مات نعمان فمن هذا الذي يحيي الليل اذا ماسجفا

چنانچہ حافظ ابن حجر مکی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ:

"من ان المنصور طلبه للقضاء وأن يكون قضاة بلاد الاسلام من تحت امره فامتنع فحلف وغلظ ان لم يفعل ليحبسنه وليشددن عليه فامتنع فحبسه وكان يرسل له ان احببت الخلاص فاقبل فيمتنع ولما شدد الامتناع أمر أن يخرج كل يوم فيضرب عشرة اسواط وينادى عليه في الاسواق فاخرج وضرب ضربا موجعا حتى سال الدم على عقبيه ونودى عليه وهو كذالك في الاسواق ثم أعيد الى الحبس وضيق عليه تضييقا شديدا حتى في مأكله ومشربه ثم فعل به ذالك في اليوم الثاني والثالث ثم هكذا الى عشرة ايام فحينئذ بكي واكثر الدعاء فتوفي بعد خمسة ايام" (حوالہ بالا)

اور بعض روایات میں یہ آتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو زہر دیا گیا تھا نیز یہ بات بھی معلوم ہونی چاہیے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حالت سجدہ میں جان جاں آفریں کے حوالے کر دی۔

ع ملتا ہے کیا نماز میں سجدے میں جا کے دیکھ

چنانچہ حافظ ابن حجر مکی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ:

"وروی جماعة انه رفع الیه قدح فیه سم لیشرب فامتنع وقال انی لاعلم مافیه ولاأعین علی قتل نفسی فطرح ثم صب فی فیه فھر افمات وقیل ان ذالك كان بحضرة المنصور وصح انه لما احس بالموت سجد فخرجت نفسه وھو ساجد"

(حوالہ بالا)

اور بہت مدت گزرنے کے بعد آپ کے قبر پر ابواسعد المستوفی الخوارزمی نے ایک قبہ بنایا اور اس کے جانب میں ایک مدرسہ بھی ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ۷۰ سال کی عمر پائی اور ۱۵۰ھ میں انتقال کر گئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نماز جنازہ چھ مرتبہ پڑھا گیا ہے پچاس ہزار آدمی اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے میں شریک تھے اور ۲۰ روز تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قبر پر مختلف علاقوں سے وفود آتے رہے۔

"وقد اجتمع من اھل بغداد خلق لایحصیھم الا اللہ كانه نودی لھم بموته وحرز من صلی علیه فقیل بلغوا خمسین الفا وقیل اكثر واعیدت الصلوٰة علیه ست مرات"

(الخیرات الحسان ص ۱٤۷)



فصل سابع

مناقب امام الائمۃ سراج الامۃ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بابت بشارات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء نے ذکر کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی بابت بشارت دیتے ہوئے فرمایا:

"یوشك ان یضرب الناس اکباذ الابل یطلبون العلم ولایجدون اعلم من عالم المدینة" (تبیض الصحیفة)

قریبی زمانے میں لوگ علم طلب کرنے کے لئے بڑے بڑے سفر کریں گے مگر عالم مدینہ سے بڑا عالم نہیں پائیں گے

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بابت یوں بشارت دی فرمایا:

"لاتسبوا قریشا فان عالمها یملأ الارض علما" (حوالہ بالا)

قریش کو برا مت کہو اس لئے کہ اس کا ایک عالم ساری زمین کو علم سے بھر دے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بابت بھی بشارت دی ہے جس کی ابونعیم نے "حلیہ" میں اور امام بخاری و مسلم نے دوسرے سند سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وعنہم سے اور ابوبکر شیرازی نے "کتاب الالقاب" میں اور طبرانی نے دو سندوں سے یہ روایت ذکر کی ہے ایک سند میں قیس بن سعد بن عبادہ سے اور دوسری سند میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وعنہم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لو کان الایمان عند

الثریا وفی روایۃ لو کان الایمان معلقا بالثریا وفی حدیث قیس لاتنالہ العرب ولنالہ رجال وفی مسلم لتنالہ رجل من ابناء فارس" (حوالہ بالا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایمان ثریا ستارے کے پاس بھی ہو اور عرب اس کو نہ پاسکتے ہوں تو بھی اس کو ایک فارسی آدمی پالے گا، علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بنیادی اور صحیح بات ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی بشارت کی اور فضیلت کی بابت اس پر اعتماد ہونا چاہیے یہ ایسے ہی صحیح ہے جیسے کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بشارتیں۔

(تذکرۃ النعمان ص ۶۶ و ۶۷)

اسی طرح ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ:

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترفع زینۃ الدنیا سنۃ خمسین ومأۃ"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کی زینت سنہ ۱۵۰ھ میں اٹھالی جائے گی اس حدیث سے امام کردری رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مراد لیا ہے، کیونکہ تمام مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۵۰ھ میں واقع ہوئی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ائمہ ثلاثہ کی نظر میں

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں: خطیب بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے معلوم کیا گیا کہ آپ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے فرمایا جی ہاں! میں نے ان کو ایسا پایا کہ اگر وہ اس ستون کے متعلق تم سے دعویٰ کرتے کہ سونے کا ہے تو اس کو حجت سے ثابت

کر دیتے۔

قاضی ابو القاسم بن کاس رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی گئی ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خالد بن مخلد کو یہ لکھا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں سے کچھ بھیج دیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کیا آپ نے عثمان بستی رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ فرمایا ہاں متوسط آدمی تھے میں نے پوچھا کہ ابن شبرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ فرمایا ہاں صاحب علم وفصاحت تھے میں نے عرض کیا اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو؟ فرمایا سبحان اللہ میں نے ان جیسا کسی کو نہیں دیکھا ان کا علم اس کمال کا تھا کہ اگر یہ کہہ دیتے کہ یہ ستون سونے کا ہے تو اپنی بات عقلی دلیل سے ثابت کر دیتے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں: خطیب بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حرملہ بن یحییٰ رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو آدمی فقہ میں ماہر ہونا چاہے وہ اس علم میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا محتاج ہوگا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں میں سے تھے کہ جن کو علم فقہ کی توفیق من جانب اللہ عطاء کی گئی ہے۔

ربیع بن سلیمان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ علم فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عیال ہیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا فقیہ کسی کو نہیں جانا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں: قاضی ابوالکاس رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم سے ابوبکر مروزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ میں نے ابوعبداللہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے سنا وہ فرمار ہے تھے کہ ہمارے نزدیک یہ بات صحیح نہیں ہے

کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ قرآن مخلوق ہے میں نے کہا الحمد للہ! ابو عبد اللہ وہ علم کے اونچے مقام پر تھے انہوں نے فرمایا سبحان اللہ وہ علم، پرہیزگاری، دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کو ترجیح دینے میں ایسے مقام پر تھے کہ ان کے اس مقام تک کوئی نہیں پہنچ سکتا یہ قطعی بات ہے کہ ان کو کوڑوں سے پیٹا گیا اس بات پر کہ ابو جعفر منصور کا قاضی بن جائے مگر نہیں بنے ان پر اللہ کی رحمت ہو اور اس کی رضاء انہیں حاصل ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اتنے مناقب ہیں کہ جن کو اس مختصر کتاب میں ذکر کرنا مشکل ہے لیکن علماء احناف وشوافع رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب پر باقاعدہ تصانیف لکھی ہیں جن میں علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی الخیرات الحسان علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی "تبییض الصحیفۃ" اور علامہ دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کی عقود الجمان اور علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی "سیرۃ النعمان" قابل ذکر ہیں۔



باب دوئم

فقہ مالکی

فقہ مالکی کے بانی امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

نام ونسب: نام مالک کنیت ابوعبداللہ لقب امام دارالہجرۃ ہے اور والد کا نام انس ہے سلسلہ نسب یوں ہے مالک بن انس بن مالک بن انس ابی عامر بن عمرو بن الحارث بن غیمان بن خثیل الاصحی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اصلاً یمنی تھے اور یمن سے ان کے خاندان کا ایک گھرانہ حجاز آ کر آباد ہوا، اور آپ کے دادا ابوعامر رضی اللہ عنہ آپ کے خاندان میں سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئے،

قاضی ابوبکر بن علاء قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے دادا کو جلیل القدر صحابی بتلایا ہے اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"ابو عامر صحابی جلیل شهدالمغازی کلها مع رسول الله صلی الله علیه وسلم خلابدر"

سن پیدائش: حافظ ذہبی، سمعانی اور ابن فرحون رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک معتبر اور صحیح کے لحاظ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ۹۳ھ میں پیدا ہوئے نیز امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور استاد یحییٰ بن بکیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

بعض حضرات نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی سن پیدائش ۹۰ جبکہ بعض نے ۹۵

بیان کی ہے، اور یافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے طبقات الفقہاء میں تاریخ پیدائش ۹۴ لکھی ہے۔

تحصیل علم: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جب پیدا ہوئے تو آپ کا گھرانہ خود علوم دینیہ کا مرجع تھا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کی قرأت وسند امام القراء نافع بن عبدالرحمٰن المتوفی ۱۶۹ھ رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی جن کی قرأت پر آج پوری دنیائے اسلام کی بنیاد ہے اور دیگر علوم اسلامیہ کی تحصیل کی خواہشات کے جذبات غیر معمولی طور پر ودیعت تھے۔

زمانہ طالبعلمی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سرمایہ ظاہری کچھ بھی نہ تھا آپ مکان کی چھت توڑ کر اس کی لکڑیوں کو فروخت کر کے کتابیں وغیرہ خریدتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ نہایت مضبوط اور اعلیٰ قسم کا تھا، خود فرماتے ہیں کہ میں نے جس چیز کو محفوظ کر لیا اور یاد کر لیا اس کو کبھی بھی نہیں بھولا۔

اساتذہ: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں جن شیوخ سے روایت کی ہے ان کی تعداد ۹۵ ہیں اور یہ تمام شیوخ مدنی تھے، مدینہ کے علوم جو مختلف سینوں میں منتشر تھے وہ اب ایک سینہ میں جمع ہو گئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں صرف ۶ چھ اساتذہ غیر مدنی ہیں، مدنی شیوخ کے علاوہ مجموعی طور پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ کی تعداد تقریباً نوسو ۹۰۰ سے زائد تھی امام نووی رحمۃ اللہ علیہ "تہذیب الاسماء" میں لکھتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ کی تعداد ۹۰۰ تھی جن میں ۳۰۰ تابعین اور ۶۰۰ تبع تابعین شامل ہیں۔

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ جو ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں، علم حدیث ودرایت کے شیخ اعظم تھے جب تک وہ بقید حیات تھے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے استفادہ کیا تقریباً عرصہ ۱۲ سال تک امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ان سے اپنی علمی پیاس بجھاتے رہے اور موطا میں نافع رحمۃ اللہ علیہ ہی سے بکثرت روایات منقول

ہیں۔

سلسلہ سند حدیث میں مالك عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اصح الاسانید کہا گیا ہے اور اس سے بڑھ کر اس سلسلے کو سلسلۃ الذہب کہا گیا ہے۔

دیگر اساتذہ و شیوخ میں زید بن اسلم، امام زہری، ابوالزناد، عبدالرحمٰن بن القاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ایوب سختیانی، ثور بن زید رملی، ابراہیم بن عبلہ مقدسی، حمید طویل، ربیعہ بن عبدالرحمٰن، ہشام بن عروہ، یحییٰ بن سعید انصاری، اور عائشہ بنت نصر بن ابی وقاص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسے اکابرین امت شامل ہیں۔

درس و تدریس

مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی وفات کے بعد ان کے علمی درسگاہ کے جانشین حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ مقرر ہوئے اور حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد جانشین نافع رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مقرر ہوئے تقریباً ۱۷ سال کی عمر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے درس و تدریس کا آغاز کر دیا اور ۶۲ سال مسلسل فقہ و فتاوی، اور درس و تدریس میں مشغول رہے۔

جب احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر اور املاء کرانے کا وقت آتا تو پہلے وضوء یا غسل کرتے عمدہ اور قیمتی لباس زیب تن فرما کر بالوں میں کنگھی کر کے اور خوشبو لگا کے اس قدر اہتمام کے بعد علوم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا املاء کراتے اور مجلس علمی کی صدارت کرتے اور جب تک اسی مجلس میں علم حدیث کا درس ہوتا تو انگیٹھی میں عود اور لوبان جیسی لکڑیاں جلاتے۔

فقہ مالکی کی تدوین

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے فقہ کی تدوین امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے

بعد ہوئی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حیات میں فقہ مالکی پر کوئی کام نہیں ہوا تھا۔

دوران تدریس آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جن مسائل کا خود جواب دیا تھا ان کو جمع کیا گیا اور ایک مجموعہ تیار ہوا، اور یہی مجموعہ فقہ مالکی کی اشاعت میں کارگر ثابت ہوا جس کی تفصیل ذیل میں آ رہی ہے۔

اگر کوئی مسئلہ پیش آتا تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اصول یہ تھا کہ اس مسئلے کا حل سب سے پہلے کتاب اللہ میں تلاش کرتے، اگر کتاب اللہ کے ذریعے وہ مسئلہ حل نہ ہوتا تو پھر سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع فرماتے یعنی حدیث میں اس مسئلے کا حل تلاش کرتے اور احادیث بھی ایسے رواۃ کی منتخب کرتے جو حجاز سے تعلق رکھتے ہوں اور بہت کم ایسے رواۃ کی روایت کو قبول کرتے جن کا تعلق حجاز سے نہ ہو۔

اگر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اس مسئلے کا حل موجود نہ ہوتا تو پھر اہل مدینہ کے تعامل کو دیکھتے اور تعامل اہل مدینہ مالکیوں کے نزدیک مستقل حجت ہے اور مصالح مرسلہ بھی ان کے ہاں حجت ہیں، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے قیاس سے بھی استفادہ کیا ہے لیکن جیسے احناف کا رجوع قیاس کی طرف تھا ویسے آپ رحمۃ اللہ علیہ قیاس کی طرف مائل نہ تھے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے پوری زندگی حجاز میں گزاری اور اہل حجاز کے علاوہ اطراف عالم سے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے مستفید ہونے کے لئے آئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا۔

اطراف عالم سے آنے والوں میں زیادہ تعداد مصر اور اندلس کے لوگوں کی تھی اور اسی وجہ سے وہاں فقہ مالکی کی اشاعت بھی زیادہ ہوئی، جہاں تک کوفہ، بصرہ اور بغداد کا تعلق ہے وہاں فقہ مالکی کی اشاعت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی دور حیات میں نہ ہوئی بلکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کے دور کے آخری ایام میں انہوں نے بصرہ اور بغداد میں فقہ مالکی کی اشاعت شروع کی۔

فقہ مالکی کی اشاعت میں جن تلامذہ کا کردار ہے ان کا تعلق بھی اکثر مصر اور شمالی افریقہ کے علاقوں سے ہے۔

آپ کے اقوال کو جمع کرنے والا پہلا شخص اسد بن فرات رحمۃ اللہ علیہ تھے اسد بن فرات یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بھی شاگرد رہے ہیں یہ مجموعہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے سوالات اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے جوابات پر مشتمل تھا اور یہی فقہ مالکی پر پہلا مجموعہ تھا۔

یہ مجموعہ اسد بن فرات رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور تھا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور شاگرد سحنون رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مجموعہ اسد بن فرات رحمۃ اللہ علیہ سے لیا اور اور اس مجموعہ میں مزید اضافے کئے سحنون رحمۃ اللہ علیہ یہ مجموعہ لے کر ابن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلے گئے۔

ابن قاسم رحمۃ اللہ علیہ وہ شخص ہیں جن پر فقہ مالکی کی بنیاد قائم ہے، فقہ مالکی میں جہاں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول منقول ہو وہاں راوی ابن قاسم رحمۃ اللہ علیہ ہوں گے یا ابن عبد الحکم رحمۃ اللہ علیہ ہوں گے سحنون رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مجموعہ ابن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کیا ابن قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے اس مجموعے کی اصلاح کر کے دوبارہ اسے حوالے کیا یہ مجموعہ پھر سحنون رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہوا اور اسد بن فرات کا نام گم ہوگیا کیونکہ سحنون نے اس میں ترامیم کی اور مسائل مالکیہ کے متعلق آثار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا اضافہ بھی کیا اس مجموعہ میں کل ۳۶ ہزار مسائل تھے۔

فقہ مالکی کے لئے اس کے بعد سب سے زیادہ کام ابن عبد الحکم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا انہوں فقہ مالکی پر تین ضخیم کتابیں لکھیں (۱) مختصر کبیر (۲) مختصر اوسط (۳) مختصر صغیر۔

پہلی کتاب ۱۸ ہزار دوسری ۱۴ ہزار تیسری ۱۲ ہزار مسائل پر مشتمل ہے ان کتابوں کے بعد فقہ مالکی پر اور بھی بہت کتابیں لکھی گئیں مثلاً ”کتاب المبسوط“ اور ”کتاب

الوثائق'' ''ادب القاضی'' وغیرہ۔

''کتاب المبسوط'' کو بھی بہت مقبولیت حاصل ہوئی لیکن اس زمانے میں فقہ مالکی کی سب سے اصح اور اکبر کتاب وہ اسکندری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی تھی اور فقہ مالکی کی جتنی روایات منقول ہیں وہ ان چار کتابوں پر موقوف ہے۔

مختصر کبیر، مختصر اوسط، مختصر صغیر اور اسکندری رحمۃ اللہ کی کتاب اور سحنون رحمۃ اللہ کے مجموعے کو بھی فقہ مالکی میں خاص مقام حاصل ہے وجہ یہ ہے کہ ان تمام کتب میں اکثر مسائل کے راوی ابن قاسم رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور ان میں موجود تمام روایات ابن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی نظر سے گزری ہیں، جو چیز ابن قاسم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرینگے لازماً وہ ابن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی دیکھی ہوئی کتابوں میں ملنی چاہیے یہ وہ ابتدائی کام تھا فقہ مالکی کے اوپر جہاں سے فقہ مالکی کی باقاعدہ کتابی شکل میں تدوین شروع ہوئی

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حدث عنه خلق کثیر حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ وحدث عنه امم لایکادون یحصون یعنی آپ رحمۃ اللہ علیہ سے اتنے لوگوں نے استفادہ کیا کہ جن کا شمار ناممکن ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ میں آپ سے روایت کرنے والوں کی تعداد ۱۳ سو سے زیادہ بتلائی ہے، دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرنے والوں پر باقاعدہ ایک رسالہ لکھا ہے جس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرنے والوں کی تعداد ایک ہزار بتائی ہے۔

الغرض: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ سے مستفید ہونے والوں میں زیادہ تعداد مصر اور شمالی افریقہ

کے لوگوں کی ہے ان دو علاقوں کے وہ افراد جنہوں نے فقہ مالکی کے لئے خدمات انجام دیں۔

❶ کبار تلامذہ میں ابو مروان عبد الملک بن عبداللہ بن عبدالعزیز بن ابی سلمہ رحمۃ اللہ علیہ

❷ احمد بن معزر رحمۃ اللہ علیہ

❸ سحنون رحمۃ اللہ علیہ

احمد بن معز اور سحنون نے عبدالملک سے تعلیم حاصل کی ہے

مصر

❶ ابو عبداللہ بن وھب بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے علم حدیث حضرت لیث بن سعد اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہما سے حاصل کی اور فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مدینہ منورہ تشریف لائے، بعض حضرات نے لکھا ہے کہ ابو عبداللہ بن وھب بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی حیات تک امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے اس شاگرد پر بڑا ناز تھا وہ انہیں فقیہ عصر کہا کرتے تھے ۱۹۷ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

❷ ابو عبداللہ بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ آپ کا تعلق بھی مصر سے تھا علم حدیث آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم بن خالد زنجی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی تھی علم فقہ حاصل کرنے کے لئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مدینہ منورہ تشریف لائے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے علم فقہ کی تعلیم حاصل کی ۱۹۱ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

❸ اشعب بن عبدالعزیز عامری رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق بھی مصر سے تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں صرف اتنا معلوم ہوسکا کہ آپ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مؤطا کی تعلیم حاصل کی ہے اور فقہ مالکی کے عامل تھے تاریخ پیدائش

و وفات کا علم نہیں

④ ابو محمد عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کا تعلق بھی مصر سے تھا علم فقہ کی تعلیم امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی اور مصر کے مشہور فقہاء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ہوتا ہے ۲۱۴ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

⑤ محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم رحمۃ اللہ علیہ یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے براہ راست شاگرد نہیں ہیں اور نہ ہی علم فقہ کی تعلیم امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی ہے بلکہ انہوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ سے تعلیم حاصل کی ہے خصوصاً اشعب بن عبد العزیز، ابن قاسم اور ابن وھب رحمۃ اللہ علیہم سے ۲۶۰ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

⑥ محمد بن ابراہیم بن زیاد اسکندری رحمۃ اللہ علیہ آپ بھی مصر سے تعلق رکھتے تھے آپ نے فقہ مالکی پر سب سے ضخیم کتاب لکھی اور فقہ مالکی کو باقاعدہ کتابی شکل میں عوام کے سامنے پیش کیا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ مالکی کے لئے ایسا ہی کام کیا جیسے فقہ حنفی کے لئے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تھا۔

انہوں نے بھی "المبسوط" کے نام سے کتاب لکھی ہے اور پوری زندگی فقہ مالکی کی اشاعت کے لئے وقف کی تھی آپ رحمۃ اللہ علیہ آخر دم تک دمشق میں رہے اور ۲۶۹ھ میں دمشق میں فوت ہوئے ہیں۔

اندلس (شمالی افریقہ)

مصر کی طرح شمالی افریقہ میں بھی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کی تعداد زیادہ تھی اور اسی وجہ سے یہاں بھی فقہ مالکی کی اشاعت زیادہ ہوئی۔

① ابو الحسن علی بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے اندلس (شمالی افریقہ) میں فقہ مالکی پر زیادہ کام کیا ہے۔

❷ ابوعبداللہ زیاد بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے بھی اندلس (شمالی افریقہ) میں فقہ مالکی پر کام کیا ہے ۱۹۳ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

❸ عیسیٰ بن زیادرحمۃ اللہ علیہ ان کا تعلق بھی اندلس سے تھا اور وہاں پر فقہ مالکی کے لئے کام کیا ۲۱۴ھ کو فوت ہوئے ہیں۔

❹ اسد بن الفرات رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے پہلے علی بن زیاد سے تعلیم حاصل کی اس کے بعد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تشریف لائے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے علم فقہ کی تکمیل کی انہوں نے امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی فقہ حنفی کی تعلیم حاصل کی تھی، اور یہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے یہ کوشش کی کہ فقہ مالکی کو مدون کیا جائے اس بزرگ کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔

❺ یحییٰ بن یحییٰ بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جب تک حیات رہے انہی سے تعلیم حاصل کرتے رہے جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے ابن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا، وہاں سے فراغت کے بعد ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی فقہ مالکی کی تعلیم حاصل کی ان کا شمار اندلس (شمالی افریقہ) کے مشہور فقہاء میں ہوتا ہے ۲۲۴ھ کو فوت ہوئے ہیں۔

ان کے علاوہ بھی ایسے قابل علماء مالکیہ ہیں جنہوں نے فقہ مالکی کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا ہے جن کا ذکر اختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے حذف کر دیا گیا ہے۔

مناقب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

"قوله صلى الله عليه وسلم يوشك أن يضرب الناس اكباد الابل يطلبون العلم فلايجدون اعلم من عالم المدينة"

(رواه الترمذى عن أبى هريرة رضي الله عنه)

ائمہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس حدیث میں عالم مدینہ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے آنے کے متعلق اور ان کے علیت میں افضل ہونے کے متعلق پیشن گوئی فرما رہے ہیں۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پانچ ایسی باتیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں جمع ہوئی ہیں جو میرے زعم اور علم کے مطابق کسی اور فرد میں جمع نہیں ہوئیں:

1. دراز عمر اور عالی سند
2. عمدہ علم اور وسیع فہم
3. آپ کے حجت اور صحیح الروایۃ ہونے پر ائمہ امت کا اجماع واتفاق
4. آپ کی عدالت اور دینداری پر محدثین کا اتفاق
5. فقہ اور فتاویٰ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مسلمہ مہارت۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے باوجود پیراں سالی وضعف کے آپ مدینہ منورہ میں سوار ہوکر نہیں چلے، جس ارض مقدسہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مطہر ہو وہاں سوار ہوکر چلنے کو بے ادبی گردانتے تھے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے پر خراسانی گھوڑے دیکھے تو میں نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا بہت عمدہ ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے سب تمہیں ہبہ کر دیئے ہیں میں نے عرض کیا کہ امام صاحب آپ بھی ایک گھوڑا سواری کے لئے رکھ دیجئے فرمایا کہ مجھے حیاء آتی ہے کہ جس ارض مقدسہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور میں اس کی مٹی کو پیروں تلے روند ڈالوں غرضیکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ سے بہت محبت کرتے تھے۔

ہارون الرشید آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ۳ ہزار اشرفیاں لے کے آیا تھا اور درخواست کی تھی کہ آپ میرے ساتھ تشریف لے آیئے میں لوگوں کو حامل موطا بناؤں گا، جیسے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حامل قرآن بنایا تھا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ یہ نہیں ہوسکتا اور اس کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مختلف بلاد میں علوم دینیہ پھیلانے کے لئے ہجرت کر گئے تھے اور ہر شہر والوں کے پاس اہل علم موجود ہیں اور میرا تمہارے ساتھ چلنا یہ بھی ممکن نہیں ہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

"المدینة خیر لهم لو کانوا یعلمون" رہی یہ اشرفیاں سو یہ موجود ہیں چاہے لے لو یعنی تم جو یہ احسان کر کے مجھے مدینہ سے جدا کرنا چاہتے ہو یہ نہیں ہوسکتا۔

وفات امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اتوار کے دن بیمار ہوئے اور تقریباً تین ہفتے تک ان کی بیماری چلتی رہی اور مرض کی شدت میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی یہاں تک کہ ۱۱ ربیع الاول یا ۱۴ ربیع الاول کو ۱۷۹ھ میں انتقال کر گئے اور جسد اطہر جنت البقیع میں مدفون ہے۔



باب سوئم

فقہ شافعی

فقہ شافعی کی بنیاد محمد بن ادریس بن عثمان بن شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی آپ نویں پشت پر جا کر عبدالمناف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسب میں ملتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی پشت میں ہے، آپ کی والدہ کا نسب ام الحسن بنت حمزہ بن قاسم بن یزید بن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ ۱۵۰ھ کو شہر عسقلان کے گاؤں غزہ میں پیدا ہوئے۔ پیدائش کے دو سال بعد آپ کے والد محترم انتقال کر گئے۔ والد محترم کی وفات کے بعد آپ کی پرورش آپ کی والدہ محترمہ نے کی چونکہ آپ کی والدہ خود نیک اور دیندار خاتون تھیں اور نیک خاندان سے تعلق رکھتی تھیں تو ان کا جزبہ بھی یہی تھا کہ محمد ابن ادریس رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے علمی کارنامہ کی وجہ سے پہچانے جانے لگے تو دس سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا اور اس کے ساتھ ساتھ حدیث کی مشہور کتاب موطاء امام کے بھی حافظ تھے۔

سب سے پہلے مسلم بن خالد زنجی رحمہ اللہ تعالیٰ سے علم فقہ کی تعلیم حاصل کی اور عرصہ پانچ سال تک زنجی کے زیر درس رہے پانچ سال بعد مسلم بن خالد زنجی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اجازت دی کہ آپ تدریس شروع کر دیں اور لوگوں کے مسائل حل کرنا شروع کر دیں لیکن امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے استاد مسلم بن خالد زنجی رحمہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ آپ ایک سفارشی خط لکھ دیں میں حجاز روانہ ہوتا ہوں

اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی شاگردی اختیار کرتا ہوں چنانچہ آپ خط لے کر امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں موطا سنائی کچھ عرصہ تک امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی شاگردی اختیار کی اس کے بعد ہارون الرشید کے زمانے میں نجران کے والی مقرر ہوئے لیکن مخالفین نے ان کے والی مقرر ہونے کے فورا بعد ہی سازشیں شروع کر دی بالآخر سادات کے ساتھ تعاون کرنے کی وجہ سے آپ کو گرفتار کیا گیا جب بادشا کے دربار میں لائے گئے تو وہاں فضل بن ربیع بن حاجب موجود تھا اس نے آپ کی سفارش کی اور بادشاہ نے ان کو معاف کر دیا اور دوبارہ ان کو اپنے عہدے پر قائم کیا چند عرصہ اس عہدے پر قائم رہے پھر خود وہاں سے روانہ ہو کر عراق کی طرف آئے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی شاگردی اختیار کی امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے فقہ حنفی کی تعلیم حاصل کی چونکہ آپ نے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی شاگردی بھی اختیار کر رکھی تھی امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی فقہ بھی ان کے سامنے تھی اور فقہ عراقی (حنفی) بھی اس کے بعد آپ نے دونوں فقہوں سے ملا جلا ایک مسلک پیش کیا اور یہی مذہب امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قدیم مذہب کہلاتا ہے اور اس میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ عراقیوں (حنفیوں) کی طرف زیادہ مائل نظر آتے ہیں وہاں سے دوبارہ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے کچھ عرصہ بعد دوبارہ عراق تشریف لائے اور پھر عراق سے مصر چلے گئے اب چونکہ حالات تبدیل ہو چکے تھے تبدیلی کا اثر لے کر امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دوبارہ فقہ کی تدوین کی اور یہی تدوین امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فقہ جدید و مذہب جدید کہلاتا ہے اس فقہ میں حجازیوں کا رنگ غالب ہے وہاں سے ۱۹۸ھ میں مصر کے لئے روانہ ہوئے مصر پہنچنے کے بعد امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے علمائے مصر کے سامنے اپنا مسلک پیش کیا علمائے مصر کی ایک بڑی جماعت نے اس فقہ کو قبول کر لیا اور ۲۰۴ھ میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سفر میں وفات پائی۔

تمام فقہوں میں فقہ شافعی ایسی ہے کہ خود اس کی اشاعت کے لئے امام شافعی

رحمہ اللہ تعالیٰ نے کام کیا ہے اور اصول خود مرتب کی ہیں اور رسالہ اصولیہ کے نام سے کتاب بھی لکھی ہے۔

اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الام بھی لکھی ہے ابن ابی لیلیٰ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اختلاف پر بھی کتاب لکھی ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسائل مختلفہ پر بھی کتاب لکھی ہے لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے آپ نے علم فقہ کی تعلیم بھی حاصل کی ہے اور ایک کتاب "کتاب الرد علی محمد بن الحسن" بھی لکھی ہے

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کسی مسئلے کے بارے میں سب سے پہلے کتاب اللہ سے فیصلہ فرماتے اور جب تک ظاہر پر عمل ہو سکتا ہو تو اس پر عمل کرتے اس کے بعد احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیتے لیکن احادیث میں مستقل سند اور ثقہ روات والی احادیث لیتے کتاب اللہ اور احادیث میں ان کے یہاں کوئی فرق نہیں تھا اس لئے علمائے مصر نے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کو ناصر السنۃ کا لقب دیا اور اگر کسی مسئلے کے متعلق کتاب اللہ میں بھی صریح حکم موجود نہ ہو اور احادیث رسول اللہ میں بھی نہ ہو تو پھر اجماع کی طرف رجوع فرماتے ورنہ قیاس اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ قیاس سے بہت کم کام لیتے تھے قیاس کو قبول کرنے کے لئے بھی امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہاں شرائط تھے مثلاً اس قیاس کو قبول کرتے جس کا کوئی اصل موجود ہو اور اصل کے ساتھ اس کا تعلق بھی ہو۔

احناف کے استحسان اور مصالح مرسلہ کو قبول نہیں کرتے اور ہمیشہ استحسان اور مصالح مرسلہ کی مخالفت کرتے رہے لیکن امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتابوں سے اندازہ ہوتا ہے جس طرح انہوں نے مخالفت کی ہے اندرون خانہ ان کی فقہ میں بھی یہ دو چیزیں استعمال ہوتی ہیں ہمارے یہاں جن کو مصالح مرسلہ یا استحسان کہتے ہیں شوافع کے نزدیک استدلال ہوتا ہے اس کا اعتبار کرتے ہیں استدلال اور مصالح

مرسلہ میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی فقہ عراق اور مصر میں پھیلی ہے اس فقہ پر سب سے پہلے کام خود امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے خود امام شافعی نے کتابیں لکھی ہیں اور خود اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے کام کیا ہے مثلاً ان کی کتاب "ادلۃ الاحکام" اصول فقہ کی پہلی کتاب ہے اگرچہ بعض احناف نے یہ کہا ہے کہ اصول فقہ یہ پہلی کتاب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ پہلی کتاب اصول فقہ پر امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہی لکھی ہے اس کے علاوہ دیگر کتابیں بھی لکھی ہیں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے اور آپ کی تصنیف کتاب الام ایسی کتاب ہے جس کی نظیر اس زمانے میں نہیں پیش کی جاسکتی تھی جس میں تمام مسائل کو انتہائی وضاحت کیساتھ ذکر کیا ہے اور اسمیں آپ کی وہ کتابیں بھی شامل ہیں جن کو لکھ کر اس کتاب الام میں شامل کر دیا مثلاً اختلاف عبداللہ بن مسعود وعلی رضی اللہ عنہما، اختلاف مالک والشافعی، سیرۃ الاوزاعی، ابطال الاستحسان ان تمام کتابوں کو کتاب الام میں شامل کیا گیا ہے۔ آپ کی ایک اور تصنیف اختلاف الحدیث بھی ہے اور جیسے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ آپ پہلے امام ہیں جنہوں نے اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے خود کام کیا ہے اور اپنی فقہ کی اشاعت میں خود حصہ لیا ہے اور بعد میں ان کے تلامذہ نے بھی فقہ شافعی پر کام کیا ہے۔

عراق میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلامذہ

عراق میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلامذہ میں سے چند مشاہیر علماء کرام

(۱) امام ابوثور ابراہیم بن خالد بن یمان بغدادی رحمۃ اللہ علیہ معروف صاحب مذہب ہیں یہ پہلے حنفی تھے اور عراقی فقہ کے پیروکار تھے بعد میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شاگردی جب اختیار کی تو فقہ حنفی کو چھوڑ کر فقہ شافعی کے مقلد بنے اور کچھ عرصہ شافعی المسلک رہے بعد میں خود صاحب مذہب بن گئے اور مستقل امام تھے اور

آپ کا مذہب ۲۴۰ھ تک برقرار رہا ۲۴۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا اور آپ کے پیروکار بھی اِدھر اُدھر ہو گئے۔

اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ بھی پہلے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد تھے بعد میں خود صاحب مذہب بن گئے۔

❷ حسن بن محمد الزعفرانی رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ بھی امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہیں۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کے اہم رکن اور قدیم فقہ کے سب سے معتبر اور ثقہ راوی ہیں ۲۶۰ھ میں اس کا انتقال ہوا ہے۔

❸ ابوالحسین بن علی الکرابیسی رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ بھی امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہیں پہلے عراقی فقہ کے حامل تھے اور جب امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شاگردی اختیار کی تو ان کی فقہ کے تابع بنے ۲۴۵ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

❹ احمد بن یحییٰ بن عبدالعزیز البغدادی رحمۃ اللہ علیہ۔ بغداد میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بڑے تلامذہ میں آپ کا شمار ہوتا تھا بعد میں ظاہری ہو گئے اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی فقہ کو ترک کیا۔

❺ ابوعثمان بن سعید انماطی رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ براہ راست امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد نہیں ہیں بلکہ مزنی اور ربیع کے واسطے سے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہیں۔ اور ان حضرات سے فقہ شافعی کی تعلیم حاصل کی امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی فقہ اس انماطی کے ذریعہ سے زیادہ مشہور ہوئی ۲۸۸ھ فوت ہوئے۔

❻ ابوالعباس احمد بن سریج رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ بھی براہ راست امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد نہیں ہیں بلکہ زعفرانی وانماطی کے واسطے سے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہیں اور فقہ شافعی کے لئے آپ کی بہت خدمات ہیں اور اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے بہت مناظرے کئے ہیں اور لوگوں کو مناظرے کے اصول بتلائے

اور مناظرہ کرنے کا طریقہ سکھایا۔ ان کے بارے میں مشہور ہے کہ ان کی تصنیفات بہت زیادہ ہیں اور ۴۰۰ چار سو تصنیفات مشہور ہیں ۳۰۶ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

۷ ابو جعفر محمد بن جریر رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ بھی امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد تھے۔ لیکن بعد میں خود صاحب مذہب بن گئے، اس ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں ایک یہ کہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ یہ فروع میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تابع تھے اور اصول میں معتزلی تھے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اہل سنت والجماعۃ میں سے ہیں۔

۸ ابو العباس احمد بن ابی احمد رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ ابن سریج کے واسطے سے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہیں اور فقہ شافعی میں ان کی روایت ابن القاص سے مشہور ہے اور ۳۳۵ھ میں فوت ہوئے۔

مصر میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلامذہ

مصر میں سب سے پہلے کام امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے خود کیا ہے دیگر شاگردوں میں سے جو معروف ہیں وہ درج ذیل ہے۔

۱ یوسف بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ۔ سب سے بڑے شاگرد امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے یوسف بن یحییٰ ہے اور یہی وہ شخص تھے کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انتقال کے وقت اس کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ جب خلق قرآن کا معرکۃ الآراء مسئلہ دنیا میں چل رہا تھا تو یوسف بن یحییٰ رحمہ اللہ تعالیٰ اس میں قید ہوئے اور ۲۳۱ھ میں اسی قید کے اندر ہی وفات پائی۔

۲ ابو ابراہیم یحییٰ بن یحییٰ المعروف بامام مزنی رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ ۱۹۵ھ میں براہ راست امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بنے اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ان کو حامی مذہب کہا کرتے تھے ۲۲۴ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

③ ربیع بن سلمان عبدالجبار رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب جدید کے اقوال دو افراد سے مروی ہیں

ربیع بن سلیمان عبدالجبار اور امام مزنی رحمۃ اللہ علیہما سے فقہ جدید میں ان دو افراد کے قولوں پر اعتماد کیا جاتا ہے اور جہاں ان دونوں کے کسی مسئلے کی بابت اقوال میں اختلاف ہو تو جو روایت ربیع بن سلمان عبدالجبار سے منقول ہوتی ہے شوافع کے یہاں وہی راجح ہوتی ہے ۲۷۰ھ میں انتقال ہوا ہے۔

④ یونس بن اعلیٰ الصرفی رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ بھی مصر میں تھے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔

⑤ ابوبکر محمد بن احمد۔ یہ بھی امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہیں اور فقہ شافعی میں ان کی روایت (ابن حداد) کے نام سے آتی ہے اور ان کا اصل نام اس میں نہیں ہوتا۔ ۳۴۵ھ میں فوت ہوئے ہیں یہ ان تلامذہ میں سے تھے جن کی وجہ سے فقہ شافعی کو مصر اور عراق میں فروغ ملا اور شافعی مذہب کی اشاعت ہوئی، ان حضرات کے علاوہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اور بھی تلامذہ ہیں جن کا ذکر یہاں اختصاراً حذف کر دیا گیا ہے۔

منقبت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ

لاتسبوا قریشاً فان عالمها یملاء الارض علما

اس حدیث کے متعلق علماء فرماتے ہیں کہ یہ حدیث امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی منقبت پر دال ہے کیونکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی قریش سے تعلق رکھتے تھے اگرچہ صنعانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے لیکن ان کا یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کے ہم معنیٰ اور بھی روایات ہیں اور خود اس حدیث کے متعدد طرق ہیں اس لئے کم از کم اس کو درجہ حسن میں رکھا جائے گا۔

چنانچہ ابوداوُد الطیالسی میں یہ روایت لاتسبوا قریشاً فان عالمها یملاء طباق الارض علماً ابوداوُد الطیالسی صفحہ ۴۰ بحوالہ تعلیق البرنی علی الخیرات الحسان صفحہ ۳۰۔

اور مسند احمد اور سنن ترمذی میں اس حدیث کو بلفظ اللهم اهد قریشا فان علم العالم منهم یسع طباق الارض فی آخرین حسن قرار دیا گیا ہے۔

"وفی الخیرات الحسان. والحدیث الذی فی الشافعی رحمه الله تعالیٰ وهو قوله صلی الله علیه وسلم، لاتسبوا قریشافان عالمها یملأ الارض علما وهو حدیث حسن له طرق کثیرة وزعم بعضهم وضعه وزیفوه وشنعوا علی زاعمه و مخترعه. قال العلماء عالم المدینه فی الحدیث الاول مالك وعالم قریش فی الحدیث الثانی الشافعی رحمه الله تعالیٰ. الخ"

(الخیرات الحسان ص۳۰ ج۳۱)

روایت ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایک مرتبہ کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس امت کے لئے خدائے عزوجل ہر صدی کے شروع میں ایک ایسا شخص مبعوث فرمایا کرے گا جو دین کے بگڑے ہوئے امور کو سلجھا دیا کریگا" پس عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اس صدی کے مجدد تھے اور میرا خیال ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس صدی کے مجدد ہیں۔ (حیات امام احمد بن حنبل صفحہ ۷۸)

اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھے اور عمر بن دینار کی احادیث لکھ رہے تھے اتنے میں احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ آئے مجھ سے انہوں نے کہا ابو یعقوب اٹھو میں تمہیں ایسا شخص دکھاؤں جسے تمہاری آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا ہوگا میں اٹھ کھڑا ہوا وہ مجھے لے کر زمزم کے احاطہ میں پہنچے ہم دیکھتے کیا ہیں کہ ایک شخص ہے جو سفید کپڑوں میں ملبوس ہے چہرہ

روشن اور تابناک فراست ہویدا رذکاوت آشکارا احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے ان کے پہلو میں بٹھا دیا اور کہا اے ابوعبداللہ یہ ہیں اسحاق بن راہویہ حنظلی انہوں نے مجھے مرحبا کہی دعا دی میں نے ان سے کچھ پوچھا انہوں نے مجھے کچھ بتایا میری نظر میں ان کا ایسا علم آیا جو میرے لئے بہت مرغوب اور پسندیدہ ثابت ہوا جب ہمیں بیٹھے بیٹھے دیر ہوگئی تو میں نے کہا ہمیں اس آدمی کے پاس کیوں نہیں لے چلتے جس کا ذکر کیا تھا احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہی تو ہیں وہ شخص میں نے کہا سبحان اللہ میں ایسے شخص کے پاس سے اٹھ کر آیا ہوں جو کہتا تھا ہم سے زہری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی میں نے تو یہی خیال کیا تھا کہ آپ مجھے ایسے شخص کے پاس لے جائیں گے جو زہری کے مثل ہوگا یا کم از کم اس کے قریب تو ہوگا اور تم ہمیں اس نوجوان کے پاس لے آئے۔ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا اے ابو یعقوب اس شخص سے فیض حاصل کرو میری آنکھوں نے اس جیسا کوئی اور شخص نہیں دیکھا یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یہی تھے۔ (حیات امام احمد بن حنبل صفحہ ۷۷)

اس پوری روایت کا حاصل یہ ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کس بہترین انداز میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی منقبت بیان فرمائی کہ میں نے اس جیسا شخص کوئی اور نہیں دیکھا سبحان اللہ ...... امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اور بھی بہت مناقب ہیں لیکن اختصاراً ان کو ذکر نہیں کیا جا رہا۔



باب چہارم

فقہ حنبلی

فقہ حنبلی کے بانی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ مشہور و معروف روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل ۱۶۴ھ ربیع الاول کے مہینے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے صاحبزادے صالح اور عبداللہ رحمۃ اللہ علیہما کے بیانات سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ سے سناوہ فرماتے تھے کہ میں ۱۶۴ھ کے ربیع الاول میں پیدا ہوا۔

نام ونسب: ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الزیلی المروزی الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ آپ خالص عربی النسل تھے اور شیبان عدنانی قبیلے کا نام ہے یہ قبیلہ غیرت و ہمت میں دور جاہلیت میں بھی مشہور تھا اور اسلام کی روشنی پھیلنے کے بعد بھی یہ قبیلہ غیرت اور ہمت کا علمبردار رہا اور امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں دو برس کی عمر میں یتیم ہو گئے تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ نے آپ کی تربیت کی۔

اساتذہ: ابتدائی عمر میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ حاصل کرنے کی غرض سے آپ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور بعد میں دیگر مشائخ سے علم حدیث حاصل کی چنانچہ خود فرماتے ہیں:

"اول ماطلبت الحدیث ذھبت الی ابی یوسف القاضی ثم

طلبنا بعده فکتبناه عن الناس"

ہشیم اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہما آپ کے علم حدیث کے اساتذہ ہیں۔ ۱۸۷ھ میں پہلی بار مکہ مکرمہ تشریف لے گئے وہاں کے مشائخ اور محدثین سے علم حدیث حاصل کی ۱۹۶ھ میں دوبارہ مکہ مکرمہ تشریف لائے پھر یمن تشریف لے گئے عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث سنی آپ تحصیل علم کی خاطر مختلف شہروں کی طرف ہجرت کیا کرتے تھے اور مختلف شیوخ سے آپ نے علم حدیث حاصل کی۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ غضب کا حافظہ تھا ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے ایک مرتبہ یہ پوچھا کہ محدثین میں سب سے زیادہ قوی حافظہ کس کا تھا تو فرمایا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا۔ خود امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی احادیث یاد کیا کرتا تھا جب وہ عشاء کی نماز پڑھ کر مسجد سے گھر کی طرف آتے تھے تو میں ان سے نو دس احادیث یاد کر لیتا تھا جب وہ گھر تشریف لے جاتے تھے تو طالبان علوم مجھ سے یہ فرمائش کرتے تھے کہ ان کو املاء کرادوں میں ان کو املاء کرا دیتا تھا اور طلباء ان کو لکھ دیتے تھے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جب عراق آئے تو آپ نے امام شافعی سے علم فقہ کی تعلیم حاصل کی جیسے پہلے گزر چکا ہے کہ امام احمد بن بغداد میں امام شافعی کے کبار تلامذہ میں سے تھے۔ تحصیل علم کے بعد آپ نے درس و تدریس شروع کی اور فتاویٰ دینے لگے اور اسی زمانے میں ایک الگ مسلک بنایا آپ کا مسلک نہایت سادہ ہے اور محدثین کی طرح ہے خود بھی آپ بہت بڑے محدث اور فقیہ تھے البتہ انکا اجتہاد سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کے آثار وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کے آثار پر مبنی تھا۔

ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فقیہ سے زیادہ محدث تھے یا دوسرے الفاظ میں کہ ان کی فقہ روایت پر مبنی تھی نہ کہ درایت پر ابن خلدون نے یہاں یہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی جلالت شان سے انصاف

نہیں کیا ہے۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اصول یہ رکھے کہ اگر کوئی مسئلہ آتا ہے سب سے پہلے کلام اللہ میں اس مسئلے کے بارے میں غور وفکر کرتے ہیں اس مسئلے کا جواب قرآن میں موجود نہ ہوتو پھر حدیث صحیح السند کو لیا جاتا ہے۔احناف و شوافع کی طرح درایت، تنقیح، مناط اور قیاس سے حتی الامکان امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے احتیاط کی ہے۔

تعامل اہل مدینہ جو مالکیہ کے یہاں حجت ہے وہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حجت نہیں ہے احادیث صحیحہ مرفوعہ وموقوفہ کو ہر جگہ معمول بہا ٹھہراتے ہیں اسی بناء پر احادیث مختلفہ کی صورت میں ان کی فقہ میں جواب بھی مختلف ہوتے ہیں۔

اور ایک مسئلے میں کئی اقوال آپ سے مروی ہوتے ہیں اور قیاس کو بہت شدید ضرورت کے وقت استعمال کرتے ہیں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ چونکہ ظاہر حدیث پر عمل کرنا ہے اس لئے فروع فقہ پر ان کے یہاں کتابیں بہت کم ہیں روایت حدیث پر کتابیں بہت زیادہ ہے۔

احادیث میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے مسند لکھی ہے جو تقریباً چالیس ہزار احادیث پر مشتمل ہے اور امام احمد بن حنبل سے ان احادیث کو ان کے بیٹے عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اصول میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں یہ ہیں۔

① کتاب الناسخ والمنسوخ ② کتاب العلل ③ کتاب طاعۃ الرسول۔

اثرم حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ حنبلی میں کتاب السنن کے نام سے کتاب لکھی ہے جس میں مسائل فقہیہ میں شواہد حدیث کا التزام ہے۔مروزی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شواہد حدیث کے ساتھ شواہد السنن تالیف کی ہے ابن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کتاب السنن تالیف کی۔

فقہ حنبلی کی اشاعت

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے روایات اور مسائل کی سماعت بہت لوگوں نے کی ہے اگر چہ حنابلہ ان کی تعداد کے بارے میں مبالغہ کرتے ہیں لیکن پھر بھی آپ کے شاگردوں کی تعداد زیادہ ہے ابھی صرف ان حضرات کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو فقہ حنبلی کے نشر واشاعت میں کارفرما ہوئے۔

❶ عبد اللہ بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ امام احمد بن حنبل کے چھوٹے صاحبزادے تھے فقہ حنبلی کی اشاعت کے لئے جو کام عبداللہ نے کیا ہے وہ کسی نے نہ کیا ہوگا اور مسند احمد کے راوی بھی یہی عبداللہ ہے۔ ابن ابی یعلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صالح نے اپنے والد امام احمد بن حنبل سے بہت کم لکھا لیکن عبداللہ نے اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ سے اتنی زیادہ روایات کی ہیں کہ دنیا میں انکا کوئی حریف نہیں بن سکتا انہوں نے مسند تفسیر، ناسخ و منسوخ، تاریخ حدیث شیعہ آیات کتاب اللہ کی تقدیم وتاخیر جوابات قرآن اور مناسک کبیر وصغیر کا علم حاصل کیا اس کے علاوہ دوسرے مصنفات اور حدیث شیوخ کا مطالعہ کیا۔ آپ علم رجال کے بھی بہت زیادہ ماہر سمجھے جاتے ہیں خود امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میرا بیٹا عبداللہ علم حدیث میں بہرہ وافر رکھتا ہے جو بات مجھے یاد نہیں ہوتی یہ مجھے یاد دلاتا ہے۔ ۲۹۰ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

❷ صالح بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما۔ یہ امام احمد بن حنبل کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی تربیت پر بڑی توجہ کی تھی خود صالح فرماتے ہیں کہ جب بھی کوئی بزرگ شخص آتا تو میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجھے ان سے ضرور ملواتے طرسوس میں قاضی بھی رہ چکے ہیں قاضی مقرر ہونے کے بعد بہت روئے کیونکہ قضا کا عہدہ انہوں نے کثرت عیال اور قرض کی وجہ سے قبول

کیا تھا علم فقہ وحدیث والد محترم سے حاصل کیا اگرچہ انہوں نے عہدۃ
قضاء والد کے مسلک اور خواہش کے خلاف قبول کیا لیکن ان کو اپنے والد کے
علوم وافکار کو نشر کرنے کا بہترین موقع ملا۔ اور ۲۶۶ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

③ ابوبکر احمد بن محمد بن ہانی الاثرم رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ان اصحاب میں سے ہیں جو پختگی کی منزل پر پہنچنے کے بعد امام صاحب کے دامن فضل و کمال سے وابستہ ہوئے اس سے قبل یہ فقہ، تخریج مسائل اور فقہی اختلافات میں مشغول تھے لیکن امام احمد بن حنبل کی شاگردی اختیار کرنے کے بعد علوم حدیث حاصل کئے چنانچہ خود فرماتے ہیں "پہلے میں فقہ اور خلافیات کے حفظ میں مصروف رہتا تھا مگر جب امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی صحبت حاصل ہوئی تو ان سب چیزوں سے جی ہٹ گیا امام احمد بن حنبل سے بہت احادیث روایت کی ہے اور بہت سارے فقہی مسائل بھی روایت کئے ہیں ان میں سے یہ مسئلہ بھی روایت کیا ہے کہ الحان کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کرنا بدعت ہے اور اسی طرح مسح علی العمامۃ کے جواز کی روایت بھی انہوں نے روایت کی ہے۔

ان کے انتقال کی تاریخ میں اقوال مختلف ہیں منہاج الاحمد کے مطابق ۲۶۰ھ میں فوت ہوئے ہیں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اسی سال بعد ان کی وفات ہوئی ہے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۲۶۱ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے۔

④ عبدالملک بن عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ: انہوں نے بھی امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سماعت حدیث کی اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے دیگر ہم عصر شیوخ سے استفادہ کیا ابوبکر الخلال رحمہ اللہ تعالیٰ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی روایت کو بہت پسند کرتے ہیں یعنی ان کے روایت کردہ مسائل پر بہت اعتماد کرتے ہیں۔

نیز یہی شخص امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مسائل کو لکھتے تھے اور فقہ حنبلی کی

اشاعت میں اس کا بڑا کردار ہے یہ تقریباً عرصہ ۲۰ سال تک امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ سے مستفید ہوتے رہے ۲۷۴ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

۵ احمد بن محمد بن الحجاج ابوبکر المروزی رحمۃ اللہ علیہ: ان کا شمار بھی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی شاگردوں میں ہوتا ہے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جب فوت ہوئے تو مروزی رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کو غسل دیا تھا انہوں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ سے ''کتاب الورع'' روایت کی ہے۔

مروزی رحمۃ اللہ علیہ نے بنسبت روایات حدیث کے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے فقہی روایات زیادہ لی ہیں ۲۷۵ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

۶ حرب بن اسماعیل الحنظلی الکرمانی رحمۃ اللہ علیہ: پہلے انہوں نے علوم باطنیہ حاصل کئے علم تصوف میں ان کا بہت بڑا مقام ہے اس کے بعد امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی اختیار کی علماء حنابلہ کا کہنا ہے کہ انہوں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے سے پہلے ہی ان کے مسلک کے بہت مسائل یاد کئے تھے حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات الحفاظ میں ان کی سن وفات ۲۸۰ھ بتائی ہے۔

۷ ابراہیم بن اسحاق الحربی رحمۃ اللہ علیہ: یہ بھی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے عرصہ ۲۰ سال تک مستفید ہوتے رہے علم کے امام اور زہد کے سردار اور علم فقہ کے رمز سے آشنا تھے انہوں نے بہت کتابیں تصنیف کی ہیں، ان کتابوں میں ''غریب الحدیث'' ''دلائل النبوۃ'' ''کتاب الحمام'' ''سجود القرآن'' ''ذم الغیبۃ'' ''النھی عن الکذب'' اور ''المناسك'' وغیرہ شامل ہیں۔

ان کا بھی فقہ حنبلی کی نشر واشاعت میں اہم کردار ہے ۲۸۵ھ کو فوت ہوئے ہیں۔

مناقب امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بہت زیادہ قوی حافظہ رکھتے تھے جو محدثین کی شان بھی ہے ان کے بارے میں گزر چکا ہے کہ خود امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی احادیث یاد کیا کرتا تھا جب وہ عشاء کی نماز پڑھ کر مسجد سے گھر کی طرف آتے تھے تو میں ان سے نو دس احادیث یاد کر لیتا تھا جب وہ گھر تشریف لے جاتے تھے تو طالبان علوم مجھ سے یہ فرمائش کرتے تھے کہ ان کو املاء کرا دوں میں ان کو املاء کرا دیتا تھا اور طلباء ان کو لکھ دیتے تھے۔ اور یہ بھی گزرا ہے کہ ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے ایک مرتبہ یہ پوچھا کہ محدثین میں سب سے زیادہ قوی حافظہ کس کا تھا تو فرمایا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ جل شانہ نے صبر و تحمل کی عظیم صفت سے متصف فرمایا تھا یہ وصف ان کے تمام فضائل کریمہ اور صفات عالیہ کا اساس و بنیاد ہے۔

ان اوصاف کے علاوہ دیگر اوصاف بھی امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ میں جمع تھے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"احمد امام فی ثمان خصال امام فی الحدیث، امام فی الفقه، امام فی اللغة، امام فی القرآن، امام فی الفقر، امام فی الزهد، امام فی الورع، امام فی السنة"

(طبقات الحنابلہ لابن ابی یعلیٰ)

یعنی امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ ان ۸ فنون کے امام ہے اور یہ کتنی خوش قسمتی کی بات ہے کہ استاد اپنے شاگرد کے بارے

میں یہ الفاظ استعمال فرما رہے ہیں۔

اللہ جل شانہ نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کو استقامت فی الدین نصیب فرمایا تھا چنانچہ "فتنہ خلق قرآن" کے زمانے میں آپ پر کتنے مظالم ڈھائے گئے لیکن آپ نے استقامت کا عظیم مظاہرہ کیا اور گمراہوں کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہوئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے "فتنہ خلق قرآن" کے مسئلے میں امت محمد علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر ایک عظیم احسان کیا ہے۔

یہ ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۵۰ھ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۷۹ھ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۰۴ھ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۴۱ھ جمہور اہل اسلام کے وہ ائمہ ہیں جو سب کے سب حق پر ہیں ان چاروں ائمہ کے مذاہب مدونہ نے شہرت حاصل کی ہے اور ان مذاہب کی شہرت ابھی تک برقرار ہے جمہور اہل اسلام آج بھی ان چار ائمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرتی ہے۔

ائمہ اربعہ کے برحق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اجتہادی مسائل میں ہر مجتہد اپنے اجتہاد پر عمل کرنے کا مکلف ہے چونکہ ائمہ اربعہ شرائط اجتہاد کے جامع تھے اور جو شخص شرائط اجتہاد کا جامع نہ ہو اس کو چاہیے کہ وہ مختلف فیہ مسائل میں کسی نہ کسی مجتہد کے قول پر عمل کرے اور ان میں سے ضرور کسی کے قول پر عمل کرنا لازم ہے اسی کو تقلید کہا جاتا ہے۔

پھر تقلید کی ایک صورت یہ ہے کہ کبھی کسی ایک امام کے فتویٰ پر عمل کیا اور کبھی کسی دوسرے امام کے فتویٰ پر عمل کیا شریعت مقدسہ میں اس کی گنجائش نہیں ہے جب ایک مجتہد کو برحق سمجھ کر اس کا دامن پکڑ لیا اور مسائل میں اس کی تقلید کرنے لگے تو اس پر لازم ہے کہ وہ تمام مسائل میں ایک ہی مجتہد کے فتاویٰ پر عمل پیرا ہو۔

ہند و پاک و افغانستان سے لے کے مشرق بعید کے دور دراز علاقوں تک امام

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک رائج رہا ہے اور ان ممالک میں فقہ حنفی کی کتابوں کا ذخیرہ اور اس مسلک کے ماہرین موجود ہیں جن سے ہر شخص کے لئے رجوع آسان ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک بلاد مغرب وحجاز مقدس میں رائج رہا ہے اور اس کے ماہرین بھی وہاں موجود ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک مصر اور شام کے علاقوں میں رائج رہا ہے اور اس کے ماہرین بھی وہاں موجود ہیں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک بلاد عرب وحجاز مقدس میں رائج رہا ہے اور اس کے ماہرین وہاں موجود ہیں۔



چند فنا شدہ مذاہب پر ایک نظر

دور تدوین واجتہاد میں ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے مذاہب کے علاوہ بھی اور بھی مذاہب تھے ان کے پیروکار جو اپنا ایک خاص فقہی نقطہ نظر رکھتے تھے اور انہی مذاہب کے مسائل پر عمل پیرا تھے ان میں سے بعض مذاہب ایسے تھے جو کچھ عرصہ تک برقرار رہے اور اس کے بعد فناء ہوگئے اور کچھ کے فناء ہونے میں کچھ عرصہ لگا۔

① مسلک لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۷۵ھ: لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک بصرہ میں رائج رہا لیکن بہت کم عرصے میں اس مذہب کے پیروکار ختم ہوگئے اور لیث رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کے پیروکار دیگر ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرنے لگے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ہم پلہ تھے لیکن ان کے شاگردوں نے ان کے فقہی نقطہ نظر کو عوام الناس میں نہیں پھیلایا بلکہ ان کو ایسے شاگرد میسر ہی نہ ہوسکے جو اس کی فقہ کی اشاعت کرتے۔

② مسلک سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۶۱ھ: دوسرا مذہب مشہور محدث سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا تھا اور یہ مذہب کوفہ میں رائج رہا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے کوفہ میں زیادہ شیوع کی وجہ سے یہ مذہب بہت جلد ختم ہوگیا اور ان کے متبعین بھی ختم ہوگئے۔

حالانکہ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑے بزرگ ہیں کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے حدیث میں محتاط آدمی نے ان سے روایات لی ہیں اور یقیناً

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بلند پایہ بزرگ تھے۔

❸ **مسلک ابوثور رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۴۰ھ:** تیسرا مذہب ابوثور رحمۃ اللہ علیہ کا تھا اور یہ مذہب بغداد میں رائج رہا لیکن یہ مذہب بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے عراق میں شیوع کی وجہ سے جلدی فناء ہوگیا۔

یہ تینوں مذاہب ایسے ہیں جو بہت جلد فناء ہوئے ہیں ایک وجہ تو یہ تھی کہ ان کے متبعین کی تعداد بہت کم رہی اور دوسری بات یہ ہے کہ اطراف عالم میں ائمہ اربعہ کے مقلدوں کی تعداد زیادہ تھی جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ کثرت سے ان مذاہب کے پیروں کاروں نے ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم کے مذاہب پر عمل درآمد شروع کیا۔

ان کے علاوہ کچھ مذاہب ایسے تھے کہ جو کافی عرصہ تک رائج رہے اور ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم کے مذاہب کے مقابلے میں تھے اور ان کے متبعین کی تعداد بھی زیادہ تھی لیکن بالآخر ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم کے مذاہب کی رواج نے ان کو ختم کردیا۔

❶ **مسلک عبدالرحمٰن بن عمر الدمشقی الاوزاعی رحمۃ اللہ علیہ** عبدالرحمٰن بن عمر الدمشقی الاوزاعی رحمۃ اللہ علیہ ۸۸ھ کو بعل بک شہر میں پیدا ہوئے جوان ہونے کے بعد علم حدیث حاصل کیا مشہور تابعی عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ اور امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے علوم حدیث حاصل کیے قیاس کے شدید مخالف تھے اور مشہور محدثین میں اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ہوتا ہے بلاد شام میں ان کا مذہب رائج رہا۔ اور اندلس میں بھی ان کے متبعین موجود تھے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کچھ عرصہ شام کے قاضی بھی رہے ہیں، شام سے دولت بنی امیہ کے خاتمے کے بعد جب اموی حکومت قائم ہوئی تو پھر بھی امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک رائج رہا۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک تیسری صدی ہجری کے اختتام تک رہا چوتھی صدی ہجری میں شام میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی شیوع کی وجہ سے یہ

مذہب فناء ہوگیا۔

اور اندلس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کا اثر اور شیوع اتنا تھا کہ وہاں کے باشندے امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کو ترک کرتے چلے گئے یہاں تک کہ اندلس میں امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مسلک کا چراغ بجھ گیا۔ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ ۱۵۷ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

❷ مسلک محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ: ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید البغدادی طبری رحمۃ اللہ علیہ ۲۲۱ھ میں آمل طبرستان میں پیدا ہوئے۔

تحصیل علم کے واسطے بہت سے شہروں کے لئے رخت سفر باندھا ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے مشہور شاگرد ربیع بن سلیمان رحمہ اللہ سے فقہ شافعی پڑھی۔

ابن عبدالحکم اور یونس بن عبدالاعلیٰ رحمہما اللہ سے فقہ مالکی کی تعلیم حاصل کی اور ابومقاتل رحمہ اللہ سے فقہ حنفی کی کتابیں پڑھیں۔

علم حدیث بھی آپ رحمہ اللہ نے مختلف بلاد کے محدثین سے حاصل کی ہے، نہایت وسیع العلم، قوی الحافظہ، کلام اللہ شریف کے حافظ، احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماہر، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین رحمہم اللہ کے اصول سے آشنا اور تاریخ عالم کے عالم تھے۔

ابوجعفر محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ پہلے فقہ شافعی کے پیروکار تھے اور اسی کے مطابق فتویٰ دیتے تھے اور بعد میں خود صاحب مذہب بن گئے۔

ابوجعفر محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ کے بارے میں جمہور اہل اسلام کی دو رائے ہے۔

❶ ایک یہ کہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ یہ اصولاً معتزلی تھے اور فروع میں پہلے امام شافعی رحمہ اللہ کے مقلد تھے اور بعد میں خود صاحب مذہب بن گئے۔

❷ دوسری رائے یہ کہ محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ کا تعلق اہل سنت والجماعت ہی سے

تھا اور معتزلہ سے آپ رحمہ اللہ کا کوئی واسطہ نہیں تھا۔

ابن جریر طبری رحمہ اللہ کا مسلک مشرق کے بعض بلاد میں رائج رہا ہے اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے خود بھی کام کیا ہے اور ان کے تلامذہ نے بھی ان کے علوم وافکار کو پھیلایا ہے اور ان کے تلامذہ میں سے بعض نے اپنے امام کے علوم اور افکار پھیلانے کے لئے تحریری خدمات انجام دی ہیں۔

تلامذہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ

یہاں صرف ان تلامذہ میں سے بعض کا ذکر کیا جائے گا جو فقہ طبری کی اشاعت میں معاون رہے ہیں:

۱. علی بن عبد العزیز بن محمد الدولابی رحمۃ اللہ علیہ: یہ حضرت فقہ طبری کے اشاعت کے معاون رہے ہیں انہوں نے اپنے مسلک کے اشاعت کے لئے ''افعال النبی'' کے نام سے کتاب لکھی ہے۔

۲. ابوبکر بن محمد بن ابی الثلج الکاتب رحمۃ اللہ علیہ: یہ بھی اپنے امام کے افکار کو پھیلانے میں پیش پیش رہے ہیں۔

۳. ابوالحسن احمد بن یحییٰ المنجم المتکلم رحمۃ اللہ علیہ: انہوں نے اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے بہت کتابیں لکھی ہیں ان میں سے، المدخل الی مذہب الطبری، کتاب الاجماع فی الفقہ علی مذہب الطبری، کتاب الرد علی المخالفین وغیرہ شامل ہیں۔

۴. ابوالحسن الدقیقی الحلوانی رحمۃ اللہ علیہ

۵. ابوالفرج المعانی بن زکریا النہروانی رحمۃ اللہ علیہ: یہ حافظ الحدیث تھے اور بہت کتابوں کے مؤلف ہیں۔

ان کے علاوہ امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خود اپنے افکار کو پھیلانے کے لئے جدوجہد کی ہے انہوں نے بہت کتابیں لکھی ہیں ان میں بہت کتابیں زیادہ

شہرت کی حامل ہیں۔

"تفسیر ابن جریر" اور "تاریخ ابن جریر" ان کی بہت زیادہ مشہور اور معتمد کتابیں ہیں اور ان کے پیروکار زیادہ تر ان کتابوں پر اعتماد کرتے نظر آتے تھے۔

علم حدیث میں "تہذیب الآثار" کے نام سے کتاب لکھی ہے، دیگر تصانیف میں "لطیف القول" "کتاب الحکام والمحاضر والسجلات" "خفیف" اور "کتاب البسیط" شامل ہیں۔

۳۱۰ھ میں محمد بن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا ہے اور غالباً پانچویں صدی ہجری تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب اور اس کے پیروکار باقی رہے اس کے بعد دنیا کے نقشے سے اس مذہب کا خاتمہ ہوا، اور ان کے پیروکار ختم ہوئے۔

❾ مسلک ابوسلیمان داؤد ظاہری رحمۃ اللہ علیہ: ابوسلیمان بن علی بن خلف الاصبہانی ۲۰۲ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے امام ابوثور اور اسحاق بن راھویہ رحمۃ اللہ علیہما سے علم حاصل کیا۔

یہ پہلے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مداحین میں سے تھے لیکن بعد میں انہوں نے ایک نئے مسلک کی بنیاد ڈالی اور اس مذہب کی بنیاد ظاہر قرآن وحدیث پر تھی۔

اگر کوئی مسئلہ درپیش آتا تو سب سے پہلے اس مسئلے کا حل ظاہر قرآن وحدیث میں تلاش کرتے اگر وہ مسئلہ قرآن وحدیث کے ظاہر میں نہ ہوتا تو اجماع پر عمل کرتے اگر کسی مسئلے سے متعلق اجماع منقول نہ ہوتا تو ایسی صورت میں اباحۃ کے قائل تھے۔

قیاس کے شدید مخالفین میں ان کا نام سرفہرست ہے۔

داؤد ظاہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے افکار وعلوم ونظریات کو پھیلانے کے لئے کتابیں لکھیں ہیں ان میں سے "کتاب ابطال القیاس" "ابطال التقلید" "کتاب خبر الواحد" "کتاب الخبر الموجب للعلم" "کتاب الحجۃ" "کتاب الخصوص والعموم" اور "کتاب المفسر والمجمل" وغیرہ شامل

ہیں۔

داؤد ظاہری رحمہ اللہ تعالیٰ کے علوم اور افکار کے پھیلانے میں ان کے بیٹے محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اور ابوالحسن عبداللہ بن احمد بن محمد المفلس صاحب مصنفات کثیرہ نے اہم کردار ادا کئے ہیں۔

اس نظریئے کو پھیلانے میں جو کردار ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے ادا کیا ہے شاید وہ کردار خود اس مذہب کا بانی بھی ادا نہ کر سکا ہو۔

حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ جب تک حیات رہے اس کے علوم وافکار کو دنیا میں پھیلاتے رہے اس مذہب کی اشاعت کے لئے ان کا سب سے بڑا کردار ہے۔

حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے بہت کتابیں لکھیں ہیں اور مشہور تصنیف "المحلی" ہے ۴۵۱ھ میں ان کا انتقال ہوا اور انہی کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد اس نظریئے کے لوگ بھی ختم ہوئے۔

داؤد ظاہری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ۲۷۵ھ میں ہوا ہے اور بغداد میں مدفون ہیں۔

دور تدوین سے قبل فرق اسلامیہ

دور تدوین سے قبل مسلمان تین گرہوں میں تقسیم ہو چکے تھے:

(۱) ایک گروہ جمہور اہل سنت والجماعت کا تھا۔

(۲) دوسرا گروہ خوارج کا تھا۔

(۳) تیسرا گروہ شیعوں کا تھا۔

خوارج اور ان کے ذیلی فرقے: اسلام کے سیاسی گروہوں میں ایک گروہ خوارج کا بھی تھا یہ لوگ امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شریک تھے اسی گروہ کے افراد نے صفین میں امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو تحکیم قبول کرنے پر آمادہ کیا تھا جب امیر المؤمنین حضرت علی بن

ابی طالب رضی اللہ عنہ نے تحکیم قبول کر لی تو یہی دغا باز لوگ چیخنے لگے لا حکم الا للّٰہ کہ حکمرانی صرف خدا کی ہے۔

اس گروہ کے افراد کا خیال تھا کہ امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے تحکیم قبول کر کے کفر کا ارتکاب کیا ہے (نعوذ باللہ) اور ان کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ وہ اس کفر سے رجوع کریں اور بارگاہ ایزدی سے توبہ کریں۔

جب ان سازشیوں کے اس خیال باطل کو تسلیم نہیں کیا گیا تو یہ لوگ امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے خلاف ہو گئے اور امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس گروہ کے افراد کے ساتھ قتال کیا یہاں تک کہ ان کی کمر ٹوٹ گئی۔

جب اموی حکومت قائم ہوئی تو دوبارہ ان لوگوں نے سر اٹھالیا اور مسلسل بغاوت کرتے رہے۔

ان حضرات کا خلافت سے متعلق یہ عقیدہ تھا کہ خلافت کسی خاندان سے مشروع اور مشروط و معلق نہیں ہے بلکہ ہر ذی عقل اور دانا، بالغ مسلمان خلیفہ بننے کا اہل ہے لیکن بنیادی شرط یہ ہے کہ ان کے ساتھ عصبیت (قومیت) وابستہ نہ ہوتا کہ اگر اس خلیفہ کو معزول کرنا ہو تو یہ قومیت اس کے آڑے نہ آئے۔

ان حضرات کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے۔

ازارقہ واباضیہ: خوارج بھی مختلف گروہوں اور فرق میں تقسیم ہیں جو اپنے اپنے فکر وعمل کی بناء پر غلو واعتدال پسندی میں شہرت رکھتے ہیں،

خوارج کے غالی فرقوں میں ایک فرقہ ازارقہ ہے یہ فرقہ نافع بن ازرق کی طرف منسوب ہے اور انہی کے پیروکار کہلاتے ہیں اور ایک فرقہ اباضیہ ہے یہ فرقہ عبداللہ بن اباض کے پیروکار ہیں۔

اباضیہ فرقہ عقائد میں اہل سنت والجماعت کے قریب ہے، یہ فرقہ اپنے مخالفین کو

دائرہ اسلام کے اندر رکھتے ہوئے کفران نعمت کے مرتکب قرار دیتا ہے اہل سنت والجماعت کے افراد کی گواہی وشہادت کو بھی قبول کرتے ہیں اور اہل سنت والجماعت کے افراد کا خون حرام سمجھتے ہیں۔

شیخ ابوزہرہ مصری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس فرقے کے افراد بلاد مغرب میں زیادہ ہیں اور ازارقہ واباضیہ خود کئی گروہوں میں تقسیم ہیں ان میں ایک نجدات، صفریہ وغیرہ شامل ہیں۔

یزیدیہ، میمونیہ: خوارج کے یہ دو گروہ اپنے غلو اور شدت پسندی میں بہت زیادہ مشہور ہیں۔

شیخ ابوزہرہ مصری رحمہ اللہ یزیدیہ اور میمونیہ کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ:

> "ان میں سے یزیدیہ یزید بن انس کے متبع ہیں ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ عنقریب خدائے تعالیٰ عجم سے ایک نبی بھیجے گا جس پر اپنی کتاب نازل کرے گا جو شریعت محمدی کو منسوخ کردے گی، میمونیہ وہ لوگ ہیں جو اپنا امام میمون عجردی کو مانتے ہیں یہ لوگ بیٹوں کے نواسیوں سے اور بھائیوں بہنوں کی اولاد یعنی لڑکیوں سے نکاح جائز سمجھتے ہیں اس لئے کہ ان کا خیال ہے خدا نے محرمات میں ان کا شمار نہیں کیا ہے انہی میمونیہ کے بارے میں یہ روایت بھی ہے کہ یہ لوگ سورہ یوسف کا انکار کرتے ہیں وہ اسے قرآن میں شامل نہیں سمجھتے۔" (حیات امام احمد بن حنبل اردو ص ۲۴۲)

مولانا تمنا عمادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں بھی خوارج موجود ہیں ان کا کہنا ہے کہ ہندوستان میں ایک خارجی سربراہ سے میری ملاقات ہوئی ہے جس کا نام غازی ریف شیخ عبدالکریم تھا ان کے بھتیجے سے میں نے ان کے عقائد کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگے کہ ہم تمام خلفاء راشدین کو تسلیم کرتے ہیں لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلافت کا زیادہ حق دار سمجھتے ہیں بقیہ عقائد میں اہل سنت والجماعت

کے زیادہ قریب ہیں۔

مولانا تمنا عمادی رحمہ اللہ تعالیٰ اگرچہ بذات خود ایک متنازعہ شخصیت ہیں لیکن تاریخی حوالے سے مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ کے اقوال نہایت مضبوط و مستند ہوتے ہیں۔

مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ جو بچے ہوئے خارجی ہیں ان میں سے کچھ فقہ حنفی کے حامل اور کچھ فقہ شافعی کے متبعین ہیں البتہ اکثریت کا رجحان فقہ حنبلی اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہیں۔

شیعہ اور ان کے فرق مشہورہ

امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخری ایام میں یہ گروہ ظاہر ہوا، امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں انہوں نے زور پکڑا اور بنو امیہ کے دور حکومت میں ان کی تعداد مزید بڑھتی گئی یہاں تک کہ خود شیعہ مختلف نظریات اور عقائد کے ساتھ مختلف گروہوں تقسیم ہوگئے۔

زیدیہ: شیعوں کا یہ فرقہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں کسی ایک کی بھی تکفیر نہیں کرتے اور نہ ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سب وشتم کرتے ہیں اور نہ ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کو گنہگار سمجھتے ہیں۔

یہ فرقہ زید بن علی بن زین العابدین ابن حسن ابن علی رضی اللہ عنہ وعنہم کی طرف منسوب ہیں یہ فرقہ حضرات شیخین (حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر رضی اللہ عنہما) کی صحت امامت کے قائل ہیں البتہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلافت کا زیادہ مستحق اور حقدار سمجھتے ہیں، فاضل کی موجودگی میں مفضول کی خلافت و امامت کو تسلیم کرتے ہیں اور بیک وقت دو اماموں کے بھی قائل ہیں بایں طور کہ ہر ایک اپنے رقبے کا امام اور امیر ہوگا اور اپنے اپنے حدود میں ان کا قول مانا جائے گا۔

شیخ ابوزہرہ مصری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ زیدیہ کا اعتقاد یہ بھی ہے کہ ان کے زعم

کے مطابق گناہ کبیرہ کا مرتکب دائمی طور پر جہنم میں داخل ہوگا، اس لئے کہ مؤمن اور کافر کے درمیانی منزل پر گامزن ہیں۔

حضرت زید رحمۃ اللہ علیہ نے جب ہشام بن عبدالملک کی حکومت کے خلاف آواز اٹھائی تو ان کو شہید کردیا گیا یہ ۱۲۲ھ کا واقعہ ہے۔

ان عقائد کو پھیلانے والے شخص حسن بن علی بن حسن بن زید بن عمر بن علی بن حسن بن علی تھے ان عقائد کو پھیلانے کے لئے اور ان نظریات کی پرچار کرنے کے لئے انہوں نے کتابیں بھی لکھی ہے "جامع البیان" ان کی مشہور تصنیف ہے۔

یہ زیدیہ خود دو گروہوں میں تقسیم ہے قاسمیہ ھادویہ۔

قاسمیہ: یہ قاسم بن ابراہیم عربی کی طرف منسوب ہیں۔

ھادویہ: یہ ہادی بن یحییٰ کی طرف منسوب ہے۔

کیسانیہ: زیدیوں کے علاوہ شیعوں کے بعض فرقے ایسے بھی ہیں جن کے عقائد میں حد سے زیادہ غلو پایا جاتا ہے انہی میں سے ایک فرقہ کیسانیہ ہے۔

یہ لوگ مختار بن عبید الثقفی کے متبعین میں سے ہیں مروانی حکومت کے آغاز میں یہ فرقہ ظاہر ہوا تھا۔

ان کے عقائد شیخ ابوزہر مصری رحمۃ اللہ علیہ یوں نقل کرتے ہیں:

"ان کا اعتقاد تھا کہ خلافت صرف اولاد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حق ہے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کے بعد محمد بن الحنفیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو خلیفہ مانتے ہیں یہ لوگ تناسخ ارواح کے بھی قائل تھے ان کا اعتقاد تھا کہ ہر شئی کے دو پہلو ہوتے ہیں (۱) ظاہر اور (۲) باطن اور امام خاص طور پر علم باطن کا رمز آشنا ہوتا ہے۔" (حیات امام احمد بن حنبل اردو ص ۲۱۹)

امامیہ، اثناء عشریہ: شیعوں کے غالی فرقوں میں امامیہ کا شمار بھی ہوتا ہے ان کا عقیدہ

ہے کہ بارہویں امام سرمن رای ایک غار میں چھپے ہوئے ہیں اور یہ لوگ سرمن رای کی آمد کے منتظر ہیں ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ امام اپنے نام سے منصوص ہوتا ہے وصف سے نہیں۔

امامیہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کو اور اس کے بعد حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا امام مانتے ہیں یہاں تک کہ بارہویں امام تک یہ سلسلہ پہنچ جاتا ہے۔

موجودہ دور میں یہ فرقہ ایران اور عراق میں اکثریت سے پایا جاتا ہے ہندو پاک میں بھی اس فرقہ کے افراد موجود ہیں۔

یہ فرقہ حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی طرف غلط منسوب ہیں۔

جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ بہت بزرگ شخصیت ہیں ان سے سراج الامۃ امام الائمہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام دارالہجرۃ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے روایات لی ہیں۔

اس فرقہ کو تیار کرنے والے اور ان نظریات کی پرچار کرنے والے اور حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی طرف غلط منسوب کرنے والے ابونصر محمد بن مسعود عیاشی، ابوعلی بن محمد بن احمد اور ضرارہ بن اعین تھے۔

حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی طرف غلط منسوب بھی انہی لوگوں نے کیا۔

ان کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ بلافصل تھے خلافت خلفاء ثلاثہ (حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو نہیں مانتے اور انہی خلفاء ثلاثہ کی روایات کو قبول نہیں کرتے اجماع اور قیاس کے بھی منکر ہیں جعفر صادق رحمہ اللہ کے اقوال کو قرآن پاک کی طرح حجت مانتے ہیں روایات حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قبول کرتے ہیں، نیز ان کو اثناء عشریہ بھی کہا جاتا ہے اور یہی فرقہ آج بھی ان دونا موں سے مشہور ہے۔

فرقہ امامیہ بھی کئی فرقوں میں تقسیم ہے۔

امامیہ اسماعیلیہ: شیعہ فرقوں میں ایک فرقہ امامیہ اسماعیلیہ کا بھی ہے اثناء عشریوں کی طرح ان کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام کی تعیین نام کے اعتبار سے ہوتی ہے

حضرت محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا امام مانتے ہیں اور اس کے بعد حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا امام مانتے ہیں پھر جعفر صادق کے بعد ان کے بیٹے اسماعیل رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنا امام مانتے ہیں نیز یہ فرقہ منسوب بھی اسماعیل رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور تقیہ بھی ان کے عقائد میں شامل ہے اور اسی بناء پر ان کو باطنیہ بھی کہا جاتا ہے یہی لوگ کچھ عرصہ تک مصر پر حکومت کرتے رہے ہیں تاریخ میں دولت فاطمیہ کے نام سے یہی خاندان مشہور ہے۔

فاطمی دور میں معزالدین اسماعیلی کے زمانے میں یہ نظام قائم ہوا، معزالدین خود بھی اسماعیلی تھا اور اس مذہب کو قانونی شکل دی گئی جب فاطمی دور حکومت ختم ہوئی تو یہ فرقہ بھی مصر سے ختم ہوا فاطمی دور حکومت میں ہی یہ فرقہ عروج پر رہا۔

ان کے دیگر عقائد کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ہیں اس وجہ سے کہ یہ لوگ تقیہ کرتے ہیں البتہ ان کے عقائد سے متعلق کچھ معلومات موصول ہوئی ہیں جن سے ان کے غلو اور تشدد کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

ان کے چند عقائد ملاحظہ ہوں:

"آپ لوگوں کے لئے جو علم ہے وہ گنان ہے قرآن شریف کو تیرہ سال ہو چکے ہیں وہ ملک عرب کی آبادی کے لئے ہے گنان کو سات سو سال ہوئے ہیں تم لوگوں کے لئے گنان ہے اسی پر عمل کرنا۔"

(آغا خانیت کیا ہے ص ۴۶)

ایک ہرزہ سرائی ملاحظہ ہو:

"اساس" کا بڑا درجہ ہے کیونکہ جو کام پیغمبروں سے نہیں ہوسکتا تھا وہ "اساس" (امام) کرتے تھے اور پیغمبروں میں سے اماموں کو بنانے کا وعدہ اللہ تعالیٰ کا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ہوا تھا اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ "اساس" کا درجہ بڑا ہوتا ہے پیغمبر اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے ہیں اور اس کے ذریعہ اللہ کی پہچان کراتے ہیں جبکہ "اساس" یعنی امام اپنی خود کی طاقت سے بذات خود ہدایت کرتے ہیں اپنی پہچان آپ کراتے ہیں اور ان کو کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہوتی۔"

(آغا خانیت کیا ہے ص ۶۰)

"چوتھا وید یعنی اتھر وید کو جو لوگ برابر کی طرح سمجھتے ہیں ان کا یقین ہے کہ اللہ اپنے دسویں اوتار میں غریبوں پر رحم کرنے والا پروردگار مولیٰ حاضر امام کے روپ میں ظاہر ہو کر تشریف فرما ہے۔"

(آغا خانیت کیا ہے ص ۱۰)

"نزول وحی کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد زمانہ کے اماموں کی معرفت ان کے فرمانوں کی شکل میں جو ہدایات کی جاتی ہیں وہ اللہ کے کلام کے برابر ہیں اللہ نے حضرت پیغمبر علیہ السلام کی معرفت تیس سیپارے نازل کئے باقی دس سیپارے زمانہ کے اماموں کی معرفت ان کے فرمانوں کی شکل میں ظاہر ہو رہے ہیں۔" (آغا خانیت کیا ہے ص ۳۰)

اسماعیلیوں کے ان عقائد سے آپ نے ان کے غلو اور تشدد پسندی کا اندازہ لگایا ہوگا موجودہ دور میں ان لوگوں نے اپنے آپ کو معاشی طور پر اتنا مستحکم کیا ہے کہ بعض ممالک میں ان کا نصف معیشت پر قبضہ ہے جبکہ نصف معیشت حکومت وقت کے زیر انتظام ہوتی ہے۔

اسماعیلیوں کے بھی چند گروہ ہیں ان میں داؤدی، طاہری اور آغا خانی وغیرہ شامل

ہیں اور مذکور بالا عقائد اس گروہ کے حوالے سے ذکر کئے گئے ہیں۔

موجودہ دور میں ان تینوں گروہوں کے افراد زیادہ تر پاکستان کے گلگت اور چترال میں پائے جاتے ہیں جبکہ کراچی اور دیگر اضلاع میں ان کی تعداد کافی کم معلوم ہوتی ہے۔

اور شیعوں کے بعض فرق ایسے ہیں جو حدود سے حد درجہ متجاوز ہیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بارے میں غلو اور تفریط کے شکار ہیں۔

سبئیہ: یہ لوگ عبداللہ بن سباء کے پیروکار ہیں امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا مانتے ہیں اور اسی وجہ سے ان کے بعض افراد کو نذر آتش بھی کیا گیا تھا عبداللہ بن سباء یہودیوں کا ایجنٹ تھا اور منافقین میں ان کا سرفہرست ہے۔

غرابیہ: یہ بھی شیعوں کا ایک گروہ غالی ہے ان لوگوں کا خیال یہ ہے کہ نبوت کا منصب دراصل حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا لیکن حضرت جبرائیل امین علیہ السلام سے وحی لانے میں غلطی ہوئی وہ وحی لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور اس کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں بہت زیادہ مشابہت تھی۔



پانچواں دور

تقلید محض

اس دور کا آغاز چوتھی صدی ہجری سے ہوتا ہے اور ساتویں صدی کے اواخر میں یہ دور ختم ہو جاتا ہے یہ وہ دور تھا کہ عوام کی طرح علماء بھی ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کی تقلید کرنے لگے تھے، اس دور میں ان علماء کی تعداد بہت کم رہی جنہوں نے اپنے امام کی رائے سے اختلاف کیا ہو اور اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ اس دور میں مجتہدین نہیں تھے بلکہ اس دور میں بھی سابقہ دور کی طرح جگہ جگہ مجتہدین موجود تھے لیکن انہوں نے اپنے امام کی رائے کو اپنی رائے اور نظریئے پر فوقیت دی اور اپنے ہی امام کی تقلید کرنے لگے۔

تقلید: تقلید سے مراد یہ ہے کہ کسی ایک امام کے مستنبط کردہ اور تخریج کردہ مسائل ومرویات کی تعلیم حاصل کی جائے اور اپنے امام کے قول کا اس طرح اعتبار کیا جائے کہ گویا یہ قول شارع کی طرف سے منصوص ہے،

اس میں کوئی شک نہیں کہ اکابر تابعین رحمہم اللہ کے دور سے لے کر دور تدوین تک ہر جگہ محدثین اور مجتہدین فقہاء موجود تھے۔

مجتہدین ان فقہاء کو کہا جاتا ہے جن کو کتاب وسنت سے مسائل پر استنباط پر قدرت حاصل تھی اور اللہ جل شانہ نے ان کو یہ ملکہ دیا تھا کہ کتاب اللہ وسنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آنے والے حالات ومسائل کا حل پیش کریں اور اس کے

مقابلے میں مقلدین عام لوگوں کو کہا جاتا ہے جن کو مسائل کے استنباط کا ملکہ حاصل نہیں ہوتا اور اگر ان مقلدین کو کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو تو ان کو اپنے علاقے کے علماء سے اس مسئلے کے بارے میں پوچھنا چاہیے کہ اس مسئلے میں ہمارے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کیا رائے ہے۔

دوسرے دور میں چونکہ علماء اور عوام دونوں میں تقلید سرایت کر گئی تھی چنانچہ پہلے یہ حالت تھی کہ علم طلب کرنے والا سب سے پہلے قرآن پاک اور علوم احادیث سے بہرہ ور ہوتا کیونکہ قرآن پاک اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استنباط اور اجتہاد کی بنیاد تھے، لیکن اب حالت یہ ہے کہ علوم قرآن واحادیث کی تعلیم کے بعد علماء اپنے ائمہ کے مسلک کی کتابوں کے درس میں مشغول نظر آتے ہیں،

نیز اسی دور میں علماء نے اپنے ائمہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور کسی مسئلے میں اپنے امام کے اصول کو دیکھتے ہوئے انہی کے مطابق آنے والے نئے مسائل میں استنباط کیا اور ان اصولوں کی روشنی میں ان مسائل کی تخریج کی اس دور کے علماء کی انہی خدمات کے پیش نظر ان کو عوام الناس نے کئی بڑے القاب سے یاد کیا ہے،

اس دور کے علماء اور عوام نے چند وجوہات کی بناء پر اس دور میں تقلید کو اجتہاد پر فوقیت دی اور مسائل میں ائمہ کے اقوال پر عمل پیرا ہوئے۔

علماء اور عوام کا کسی ایک امام کے قول پر عمل کرنے کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اس امام کو اللہ جل شانہ نے ایسے تلامذہ عطاء فرمائے تھے کہ جنہوں نے اپنے امام کے علوم وافکار کی عوام میں ایسے اشاعت کی کہ ان سے داد وصول کیں۔

معتمد اور اہل علم ودانش تلامذہ اپنے تاثرات کی بناء پر اپنے امام اور استاذ سے اپنے تعلق اور محبت کا یوں اظہار کرتے ہیں کہ اوروں کے دل بھی اس شخصیت کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور اس کے فقہی نقطہ نظر کو اور ان کے فروعات کی حمایت کرتے ہیں اور اسی عقیدت اور اعتماد کی بناء پر عوام الناس ہر مسئلے میں ان کے اقوال کی تقلید کرتے

ہیں۔

ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے تلامذہ کے بارے میں اور ان کی خدمات کے بارے میں تفصیلی بحث چوتھے دور میں مذکور ہے کہ اللہ جل شانہ نے ان کو علم اور عمل کا پیکر بنایا تھا اور انہوں نے اپنے امام کے نظریات اور ان کے علوم وافکار کی کیسی اشاعت کی چنانچہ ہر امام کو صاحب قرطاس تلامذہ عطاء فرمائے اور انہی کی خدمات کی بناء پر عوام میں ائمہ کے مذاہب کی تدوین ہوئی اور ان کا فقہ مدون ہوا۔

اور جن مجتہدین ائمہ کو ایسے تلامذہ نہ ملے ان کے افکار وعلوم کی اشاعت کیونکر ممکن ہو چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ حضرت لیث رحمہ اللہ کے بارے میں یہ فرماتے ہیں کہ حضرت لیث رحمہ اللہ امام مالک رحمہ اللہ سے زیادہ فقیہ اور عالم تھے لیکن ان کے تلامذہ نے ان کے علوم وافکار کو ضائع کیا۔

علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ تعالیٰ نے اندلس کا تذکرہ کرتے ہوئے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ جب ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اندلس میں تقلید کے خلاف آواز اٹھائی تو بڑے پیمانے پر علماء اور عوام نے ان کا بائیکاٹ کیا اور ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ سے شدید مخالفت کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ علماء اور عوام نے ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے صاحب قلم کے کتابوں کو جلایا، کیونکہ اطراف عالم میں ان چار (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) ائمہ کے مذہب کے پیروکاروں کی تعداد زیادہ تھی۔

اور ایک وجہ یہ تھی کہ جہاں جہاں قاضی مقرر ہوئے انہوں نے بھی ان ائمہ میں سے کسی ایک معین امام کی تقلید ضرور کی اور عوام الناس کو بھی اپنے مسلک کے حل شدہ دفعات کی روشنی میں فیصلے سنائے چونکہ اس دور کے اکثر قضاۃ احکام پر اجتہاد کی قدرت نہیں رکھتے تھے کہ وہ فیصلوں کو اس کے روشنی میں حل کریں اگر وہ اپنی رائے سے فیصلہ بھی کرتے تو تنقید کا نشانہ بن جاتے اور عوام ان کا بائیکاٹ کرتے مجبور ہوکر

قاضیوں نے احکام معروفہ مدونہ میں کسی ایک امام کی تقلید کی اور اپنی رائے شماری سے گریز کیا تا کہ ان کی مخالفت نہ ہو اسی کی روشنی میں فیصلے صادر فرماتے رہے، چونکہ اس دور کے علماء بھی تقلید کے حامی تھے اسی وجہ سے عوام الناس نے بھی کسی ایک امام کی تقلید کی اہمیت کو ضروری سمجھا اور اسی مجتہد کے اقوال وافکار پر عمل پیرا ہوئے۔

جہاں جہاں اسلامی مملکتیں تھیں وہاں پر عوام الناس نے کسی ایک امام کی تقلید کو ضروری سمجھا۔

بلاد مشرق میں خصوصاً عراق میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ رائج رہی اور وہ اسلامی ممالک جو دنیا کے دوسرے اطراف میں واقع تھے وہاں بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ کے حاملین موجود تھے لیکن عراق میں اور بلاد مشرق میں حنفیوں کی تعداد زیادہ رہی اور دیگر علاقوں میں ان کے متبعین کی تعداد کم تھی،

علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ علم وعمل کی اس بلندی پر ہیں کہ جہاں تک کسی دوسرے کی رسائی مشکل ہے اور اس بات کی شہادت ماہرین فن امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ نے دی ہے۔

حجاز میں امام مالک رحمہ اللہ کے متبعین کی تعداد زیادہ تھی امام مالک رحمہ اللہ احادیث مبارکہ میں بہت زیادہ ماہر تھے آپ رحمہ اللہ کی فقاہت نے آپ رحمہ اللہ کو فن کی بلندیوں پر پہنچا دیا تھا آپ رحمہ اللہ کے متبعین کی کافی تعداد بلاد مغرب میں بھی رہی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ علم دین حاصل کرنے کے لئے حجاز مقدسہ کا رخ کرتے۔

دوسری صدی ہجری میں امام شافعی رحمہ اللہ نے فقہ شافعی کی بنیاد ڈالی اور یہ فقہ عراقیوں اور حجازیوں کے فقہ سے ملتا جلتا ایک نظریہ تھا اور یہ فقہ امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب قدیم کہلاتا ہے اور اس میں امام شافعی رحمہ اللہ عراقیوں کی طرف زیادہ مائل ہیں اس کے بعد امام شافعی رحمہ اللہ نے ایک اور فقہ کی بنیاد ڈالی جس کو امام شافعی رحمہ اللہ کا فقہ اور مذہب جدید کہا جاتا ہے اس فقہ میں آپ رحمہ اللہ حجازیوں کی طرف زیادہ مائل

ہیں۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ کی فقہ بلاد مصر وغیرہ میں زیادہ رائج رہی، اسی صدی میں امام شافعی رحمہ اللہ کے ایک شاگرد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ایک اور فقہ ایجاد کی جس کی بنیاد احادیث کے ظاہر پر رکھی گئی اور امام احمد بن حنبل رحمہ کی فقہ بلاد شام وغیرہ میں زیادہ رائج رہی۔

علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ دنیا میں صرف یہ چار مذاہب اور ان کے متبعین باقی رہے اور اس کے علاوہ باقی تمام مذاہب فناء ہو گئے۔

عوام الناس اور علماء نے ان چار مذاہب کے ائمہ پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی تقلید اختیار کر لی اور اختلاف اور اجتہاد کے تمام طرق بند کر دیئے کیونکہ اس دور میں علمی اصطلاحات بکثرت استعمال ہونے لگی تھی جو اجتہاد تک پہنچنے میں رکاوٹ ثابت ہوئی۔

اور اس بات کا خوف بھی تھا کہ خدانخواستہ نا اہل لوگ مجتہد ہونے کا دعویٰ نہ کریں اور اس وقت وہ علماء جو مجتہد بننے کے اہل تھے انہوں نے اپنے عجز وانکساری کا اظہار کرتے ہوئے مسائل میں اختلاف اور کسی مسئلے میں رائے دہی سے احتیاط برتی تاکہ عوام الناس کو ان چار ائمہ کے افکار پر قائم رکھا جا سکے۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان چار ائمہ میں سے کسی ایک امام کی پیروی کرنے میں اور ان میں سے کسی ایک کی اتباع کرنے میں مصلحت ہے اور ان سب سے روگردانی اور اعراض کرنے میں کسی کا فتنے اور فساد میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہے،

اور ائمہ کی تقلید کی شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے تین وجوہات بیان کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے۔

1. امت کا اجماع ہے کہ شرعی احکام کی پہچان میں سلف صالحین کی پیروی کی جائے چونکہ یہ مذاہب اربعہ اقوال سلف سے سند صحیح کے ساتھ مروی ہیں اس لئے ان میں

سے کسی ایک امام کی پیروی لازم ہے۔

❷ احادیث میں آتا ہے کہ "اتبعوا السواد الاعظم" اور تمام مذاہب ختم ہوکر صرف یہ چار مذاہب باقی ہیں سواد اعظم انہی چار کی متبع ہوئی لھذا اتباع مذاہب اربعہ لازم ہے۔

❸ زمانہ کثیر گزر چکا ہے اور اس سے حالات میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ لوگوں کے افکار اور ان کے نظریات میں بھی تبدیلی آئی ہے امانتیں ضائع ہونے لگیں لہذا علماء سوء اور ایسے لوگوں کی پیروی نہ کی جائے جن کے متعلق متحقق نہیں کہ ان میں شرائط اجتہاد موجود ہیں یا نہیں اور چونکہ یہ تحقیق مشکل ہے لہذا ائمہ اربعہ متبوعہ محققہ کی پیروی کی جائے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ جنہوں نے برصغیر میں بساط علم حدیث پھیلائی اور جہالت کی اس اندھیر نگری میں علم کی شمعیں روشن کیں وہ بھی یہاں پر ائمہ اربعہ کی تقلید کو لازمی قرار دیتے ہوئے ان کی اتباع کو کامیابی کا راز بتایا ہے اور اس کا حکم بھی دے رہے ہیں۔

آج کل کے ہمارے غیر مقلدین حضرات عرصہ دراز سے اس بات کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے کسی امام کی تقلید نہیں کی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی بیشتر تصانیف سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ خود بھی باوجود درجہ اجتہاد پر فائز ہونے کے ائمہ کی تقلید کے حامی ہیں اور خود بھی کسی امام کے مقلد ہیں۔

اس دور کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس دور میں جدل ومناظر کے بازار بھی گرم رہے، بغداد اور دیگر بلاد عراق مناظروں کی لپیٹ میں تھے۔

علماء حنفیہ اور علماء شافعیہ رحمہم اللہ جہاں بھی ایک دوسرے کے سامنے ہوتے مناظرے شروع کر دیتے لیکن اس دور کی حقیقت پسندانہ بات یہ تھی کہ اس دور میں

جتنے بھی مناظرے ہوئے وہ صرف اس بنیاد پر کہ حقانیت مذہب ثابت ہوجائے نہ کہ اس لئے کہ اس سے خصم کو لاجواب کردیا جائے،

مناظروں کی کثرت کو دیکھتے ہوئے علماء کرام نے اصول مناظرہ بھی اسی دور میں مقرر کئے اور ہر مناظر کو ان اصول کی پاسداری کا پابند بنایا گیا۔

اس دور میں کچھ فقہاء ایسے بھی تھے جنہوں نے اپنے ائمہ کے بنائے ہوئے اصول وضوابط کے دائرے میں احکام ومسائل کی علل سے بحث کی اور بدلتے ہوئے حالات کے پیش نظر انہی علل واسباب سے دیگر مسائل کی تخریج کی، البتہ مناط وعلل کی تخصیص سے انہوں نے احتیاط برتی ایسے فقہاء کو علم فقہ کی اصطلاح میں اصحاب تخریج کہا جاتا ہے قبل اس کے کہ اصحاب تخریج کی خدمات پر بحث کی جائے طبقات فقہاء ذکر کئے جاتے ہیں۔

طبقات فقہائے مذاہب اربعہ

❶ **طبقة المجتهدين في الشرع:** مجتہدین فی الشرع ان فقہاء کرام کو کہا جاتا ہے جو کہ ادلہ اربعہ (قرآن، حدیث، اجماع، قیاس) سے قواعد واصول وضع کرتے ہیں اور انہی قواعد اور اصول کی بناء پر احکام فرعیہ کا استنباط کرتے ہیں۔

یہ فقہاء اصول اور فروع میں کسی کی بھی تقلید نہیں کرتے اور اسی بناء پر ان کو مجتہدین مطلق بھی کہا جاتا ہے جیسے ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل) رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

❷ **طبقة المجتهدين في المذهب:** یہ وہ فقہاء کرام ہیں جو اصول وقواعد میں اپنے امام کی تقلید کرتے ہیں اور فروع میں ان کے لئے اپنے امام کی تقلید ضروری نہیں ہے۔

یہ طبقہ فقہاء کا اجتہاد پر بھی قادر ہوتا ہے اپنے امام کے بنائے ہوئے اصول کو

سامنے رکھ کران سے فروع کا استنباط کرتے ہیں۔

احناف میں سے امام زفر، امام عبداللہ بن مبارک، امام حسن بن زیاد رحمہم اللہ تعالیٰ۔

علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ نے صاحبین (امام ابو یوسف، امام محمد) رحمہما اللہ کو اسی طبقے میں شمار کیا ہے چنانچہ رقمطراز ہیں کہ:

"واما المسائل التی قال بها ابویوسف و نحوه من اصحاب الامام فکثیر منها مبنی علی قوا عد لهم خالفوا فیها قواعد الامام لانه لم یلتزموا قواعده کلها الخ."

(شرح عقود رسم المفتی ص۱۸)

علامہ عبدالحیٔ لکھنوی نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ بعض حضرات نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کو فقہاء کے دوسرے طبقے میں شمار کیا ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ یہ پہلے طبقہ کے فقہاء ہیں اور انہوں نے اصول میں بھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے اختلاف کیا ہے۔

امام غزالی شافعی رحمہ اللہ نے اپنی ایک تصنیف میں اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ صاحبین نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ثلث مذہب میں اختلاف کیا ہے۔

امام شعرانی رحمہ اللہ نے صاحبین رحمہما اللہ کو مجتہدین منتسبین میں شمار کیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ صاحبین رحمہما اللہ پہلے طبقہ کے فقہاء میں شمار ہیں یہ الگ بات ہے کہ انہوں نے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی فقہ مدون نہیں کی بلکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے فقہ کو رائج کیا اور اس کی اشاعت کے لئے دن رات محنت کی اور اپنی پوری زندگی صرف کی، لیکن بعض مسائل میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ضرور اختلاف کیا ہے اور اس اختلاف کی وجہ بھی اکثر عرف کی تبدیلی ہوا کرتی یا کسی امر شرعی میں صاحبین

رحمہما اللہ کو کوئی مصلحت نظر آتی وغیرہ۔

مالکیہ میں سے امام ابن القاسم، امام اشہب اور امام اسد بن الفرات رحمہم اللہ تعالیٰ اس طبقہ میں شامل ہیں۔

شوافع میں سے امام مزنی اور امام سیوطی اور حنابلہ میں سے امام ابوبکر بن الاثرم، امام ابوبکر مروزی رحمہم اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔

۳ **طبقة المجتهدين في المسائل:** یہ ان فقہاء کرام کا طبقہ ہیں جو اصول اور فروع دونوں میں اپنے امام کے مقلد ہوتے ہیں البتہ یہ فقہاء صرف ان مسائل میں اجتہاد کرتے ہیں جن مسائل میں ان کے امام سے کوئی قول مروی نہ ہو یعنی یہ فقہاء کرام بھی من وجہ قادر علی الاجتہاد ہوتے ہیں لیکن اصول اور فروع میں اپنے امام کی مخالفت نہیں کرتے۔

احناف میں سے جیسے امام خصاف، امام طحاوی، امام کرخی، شمس الائمہ حلوانی، شمس الائمہ سرخسی، فخر الاسلام علامہ بزدوی اور قاضی خان رحمہم اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔

مالکیہ میں سے علامہ ابہری اور ابن ابی زید القیروانی رحمہم اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔

شوافع میں سے ابواسحاق شیرازی، محمد بن جریر، ابونصر اور علامہ ابن خزیمہ رحمہم اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔

حنابلہ میں سے قاضی ابویعلی اور قاضی ابوعلی بن اُبی موسیٰ رحمہم اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔

۴ **اصحاب التخريج:** یہ ان فقہاء کرام کو کہا جاتا ہے جو اصول اور فروع دونوں میں اپنے ائمہ کے مقلد ہوتے ہیں اور اجتہاد پر بالکل قادر نہیں ہوتے البتہ اصول پر احاطے اور ان کے مأخذ کو ضبط کرنے کے باعث وہ کسی مجمل قول کی جو اس کے امام سے مروی ہوتا ہے کی تفصیل اور یا بیان کر سکتے ہیں اور کسی محتمل الامرین قول کی تشریح پر بھی قادر ہوتے ہیں جیسے فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ۔

دیگر ائمہ مذاہب ثلاثہ کے اس طبقے کے بارے میں معلوم نہ ہوسکا۔

۵ اصحاب الترجیح: یہ بھی ان فقہاء کرام کا طبقہ ہے جو اصول اور فروع دونوں میں اپنے امام کے مقلد ہوتے ہیں اس طبقہ کے فقہاء کرام اجتہاد پر عدم قدرت کے ساتھ ساتھ مجمل یا محتمل الامرین قول کی تفصیل بھی بیان نہیں کرسکتے البتہ کسی ایک مسئلے میں نقل ہونے والی روایات مختلفہ میں سے صاحب مذہب امام کے اصول اور قواعد کی روشنی میں اور مسئلے کے دوسرے نظائر نیز فطری ذوق اور وہبی مناسبت سے کسی ایک قول کو ترجیح دیتے ہیں، اور ترجیح دینے کے لئے مندرجہ ذیل جملے استعمال کرتے ہیں۔

"ھٰذا اولیٰ، ھٰذا اصح، ھٰذا اوفق للقیاس وغیر ذالك من الالفاظ"

احناف میں سے جیسے علامہ مرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب ہدایہ اور ابوالحسن رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب قدوری۔

مالکیہ میں سے علامہ خلیل رحمہ اللہ تعالیٰ

شوافع میں سے رافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ شارح مسلم

حنابلہ میں سے علاء الدین المرداوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ابوالخطاب محفوظ بن احمد رحمہ اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔

۶ اصحاب التمییز: یہ طبقہ نہ تو اجتہاد پر قادر ہوتا ہے اور نہ ہی تخریج وترجیح کا کام کرسکتے ہیں البتہ اس طبقہ کے فقہاء کرام نقل مذاہب میں بہت زیادہ ماہر ہوتے ہیں۔

احناف میں سے جیسے اصحاب متون معتبرہ صاحب کنز، صاحب مختار اور صاحب وقایہ وغیرہ۔

اور شوافع میں سے علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامہ رملی رحمہ اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔

۷ طبقة المقلدين الذين لا يقدرون على ماذكر: یہ ان فقہاء کرام کا طبقہ ہے

جو غث وسمین اور رطب ویابس میں تمیز نہیں کر سکتے بلکہ حاطب لیل کی طرح جو ہاتھ آ جاتا ہے لے لیتے ہیں اور آجکل زیادہ تر اس طبقے کے فقہاء کرام موجود ہیں۔

طبقات فقہاء حنفیہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے "شرح عقود رسم المفتی" نیز "مقدمہ شامی" میں ذکر کیے ہیں جبکہ ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی مد ظلہ نے "الفقہ الاسلامی وادلتہ" میں چھ طبقات فقہاء مذاہب اربعہ نقل کیے ہیں اور ان میں ڈاکٹر صاحب نے اصحاب التخریج کا ذکر نہیں کیا ہے۔

اس دور کے فقہاء کرام کو اپنے ائمہ کے مذاہب کے مکمل تصور کیے جاتے ہیں انہوں نے اپنے ائمہ اور ان کے تلامذہ کی مختلف روایات میں ترجیح دی اور ان روایات کے علل ووجوہ بیان فرمائے اور جہاں جہاں جن مسائل میں اپنے امام سے کوئی قول مروی نہ ہوان مسائل کے فروع کو مستنبط کیا اور اس میں بھی انہوں نے اپنے ائمہ کے اصول اور قواعد کو مدنظر رکھا۔

اس دور کے مشہور فقہاء حنفیہ اور ان کی خدمات

❶ ابوالحسن عبیداللہ بن الحسن الکرخی رحمہ اللہ: امام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ مجتہد فی المسائل تھے اور آپ عراق میں فقہ حنفی کے اس دور کے سب سے زیادہ ماہر تصور کیے جاتے ہیں آپ نے فقہ حنفی کے لئے بہت ساری کتابیں لکھی ہیں ان میں جامع صغیر وکبیر کی شرح "مختصر" اور "اصول کرخی" وغیرہ شامل ہیں آپ ۳۴۰ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

❷ ابوجعفر محمد بن عبداللہ البلخی الھندوانی رحمہ اللہ: آپ بلخ میں فقہ حنفی کے امام تصور کیے جاتے ہیں اور معاصر علماء آپ کو ابوحنیفہ صغیر کہتے ہیں آپ ۳۶۲ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

❸ ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص رحمہ اللہ: جصاص امام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہیں آپ اصحاب التخریج میں سے تھے اور آپ کی تصانیف بھی زیادہ ہیں "احکام

القرآن، رسالہ اصول فقہ، شرح جامع محمد، شرح مختصر طحاوی اور کتاب ادب القضاۃ وغیرہ شامل ہیں آپ ۳۷۰ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

❹ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی رحمہ اللہ: آپ نے علم فقہ امام ہندوانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے حاصل کیا علماء احناف آپ کو امام الہدیٰ کے نام سے یاد کرتے ہیں آپ اصحاب التخریج میں سے تھے، آپ کی تصانیف بھی بہت زیادہ ہیں "نوازل" اس کے بارے میں گزر چکا ہے کہ نوازل پر سب سے پہلے ابواللیث سمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب لکھی ہے نیز العیون والفتاویٰ، خزانۃ الفقہ، بستان جامع صغیر، آپ کی تصانیف میں شمار ہیں، آپ ۳۷۳ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

❺ ابوعبداللہ یوسف بن محمد الجرجانی رحمہ اللہ: جرجانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے علم فقہ کی تعلیم امام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ سے حاصل کی ہے آپ نے بھی کافی کتابیں لکھی ہیں آپ کی تصانیف میں سب سے زیادہ مشہور کتاب "خزانۃ الاکمل" ہیں جس میں آپ نے کافی حاکم، جامع کبیر جامع صغیر، زیادات، مجرد، مختصر کرخی، شرح طحاوی اور عیون المسائل کو بہت اچھی ترتیب دی ہے دیگر تصانیف میں "شرح زیادات" شرح جامع کبیر" شرح مختصر کرخی" وغیرہ شامل ہیں۔ ۳۹۸ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

❻ ابوالحسن احمد بن محمد القدوری رحمہ اللہ: امام قدوری رحمہ اللہ تعالیٰ مشہور کتاب "قدوری" کے مؤلف ہیں جو پاک و ہند میں عرصہ دراز سے درس نظامی میں شامل ہے اور اہل فتاویٰ کے نزدیک یہ متن متون معتبرہ میں شامل ہے اور متاخرین علماء اس کتاب کی شہرت کی وجہ سے اس کو الکتاب کہتے ہیں، انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے مختلف فیہ مسائل پر باقاعدہ کتاب لکھی ہے جو "کتاب التجرید" کے نام سے مشہور ہے، آپ بہت بڑے مناظر بھی تھے اور آپ کا مناظرہ اکثر شیخ ابوحامد اسفرائنی الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہوتا تھا۔ ۴۲۸ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

❼ شمس الائمہ محمد بن احمد السرخسی رحمہ اللہ: علامہ سرخسی رحمہ اللہ مجتہد فی المسائل

تھے اور اپنے زمانے کی ایک ایسی علمی شخصیت ہیں کہ جس میں دوسروں سے ممتاز کرنے والی ہر خوبی موجود ہے آپ کو فقہاء نے امام، حجت، اور مناظر احناف جیسے القاب سے پکارا ہے۔

آپ کی تصانیف بھی بہت زیادہ ہیں مشہور کتاب ''مبسوط السرخسی'' آپ کی تصنیف کردہ کتب میں سب سے ضخیم اور قابل اعتماد کتاب ہے، یہ کتاب تیس جلدوں پر مشتمل ہے اور مصر سے یہ کتاب اب چھپ چکی ہے۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا خاقان سے کسی دینی معاملے میں اختلاف ہوا خاقان نے آپ کو کنویں کے اندر محبوس رکھا اور اسی قید کے دوران آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ ضخیم کتاب اپنے تلامذہ کو املاء کروائی، ''شرح سیر کبیر'' اور شرح مختصر طحاوی بھی آپ کی تالیفات میں سے ہے نیز اصول فقہ میں بھی آپ کی تصنیف موجود ہے پانچویں صدی کے آخر میں فوت ہوئے ہیں

۸ شمس الائمہ عبد العزیز بن احمد الحلوانی رحمہ اللہ: علامہ حلوانی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی مشہور اکابر احناف میں سے ہیں اور آپ نے بھی مبسوط کے نام سے ایک کتاب تالیف کی ہے ۴۴۸ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

۹ ابو عبد اللہ محمد بن علی الدامغانی رحمہ اللہ: علامہ دامغانی رحمہ اللہ تعالیٰ امام قدوری اور امام حمیری رحمہم اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہیں آپ کو عراق میں رئیس الفقہاء الحنفیہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے آپ بغداد کے قاضی بھی رہے ہیں اور مشہور مناظر بھی تھے شیخ ابو اسحاق شیرازی الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اکثر مناظرے کرتے تھے۔ ۴۷۸ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

۱۰ ابو الحسن علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل الفرغانی المرغینانی رحمہ اللہ: علامہ مرغینانی فقہ حنفی کی مشہور ومتداول کتاب ''الهدایة'' کے مؤلف ہیں ہدایہ چار جلدوں پر مشتمل ہے برصغیر ہندوپاک میں عرصہ دراز سے درس نظامی میں شامل ہے۔

علامہ مرغینانی نے عرصہ تیرہ (۱۳) برس اعتکاف کر کے یہ ضخیم اور معتمد کتاب تالیف فرمائی آپ کا شمار اصحاب التخریج میں ہوتا ہے اور بعض فقہاء کرام نے آپ کو مجتہدین فی المسائل کے طبقے میں شمار کیا ہے دیگر تالیفات میں ''المنتقی'' ''نشر المذاھب'' ''التجنیس والمزید'' ''مختارات النوازل'' ''کتاب الفرائض'' ''کفایۃ المنتہیٰ'' وغیرہ شامل ہیں ۵۹۳ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

اس دور میں اور بھی ایسے اکابرین احناف موجود تھے جنہوں نے فقہ حنفی اور مسلمانوں کی خدمت کی ہے اور ان کے تذکرے سنہرے حروف سے لکھنے کے قابل ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر ان کا یہاں پر ذکر نہیں کیا جا رہا۔

اس دور کے مشہور فقہاء مالکیہ اور ان کی خدمات

❶ محمد بن یحییٰ بن لبابہ الاندلسی رحمہ اللہ: محمد بن یحییٰ اپنے معاصرین میں فقہاء مالکیہ میں سب سے زیادہ ماہر، اور حافظ تھے آپ علل اور شروط کے امام سمجھے جاتے تھے ''منتخبہ کتاب الوثائق'' آپ کی تالیف ہے۔ ۳۲۶ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

❷ محمد بن الحارث بن الاسد الخشنی رحمہ اللہ: آپ نے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب میں اختلاف اور اتفاق پر ایک کتاب لکھی ہے اندلس میں آپ اس دور کے فقہاء مالکیہ کے رئیس سمجھے جاتے تھے ایک اور مشہور کتاب ''کتاب الفتیا'' بھی آپ کی تالیف ہے ۳۲۱ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

❸ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعیطی الاندلسی رحمہ اللہ: آپ کو حافظ فقہ مالکی کہا جاتا ہے، امیر اندلس کی فرمائش پر ابو عمرو الاشبیلی رحمہ اللہ تعالیٰ سے مل کر فقہ مالکی کی سب سے مشہور اور معتمد و ضخیم کتاب ''الاستیعاب'' سو جلدوں میں مکمل کروائی ۳۶۷ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

❹ بکر بن العلاء القشیری رحمہ اللہ: فقہ مالکی پر بہت کتابیں تالیف کیں ہیں مثلاً:

"کتاب الاحکام" "کتاب الاصول" "کتاب الرد علی المزنی" اور "کتاب القیاس" وغیرہ ۳۴۴ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

۵ ابو اسحٰق محمد بن القاسم بن شعبان العنسی رحمہ اللہ: آپ کو مصر میں فقہاء مالکیہ کا رئیس کہا جاتا ہے غرائب مالک کے حافظ اور "الزاهی الشعبانی" کے مؤلف ہیں۔ ۳۵۵ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

۶ ابوبکر محمد بن عبداللہ الابہری رحمہ اللہ: بغداد میں فقہ مالکی کے رئیس سمجھے جاتے تھے آپ کی وفات کے بعد بغداد میں فقہ مالکی۔

بہت کمزور ہوئی اور ۶۰ برس تک جامع منصور بغداد میں درس وافتاء کی خدمت انجام دی ہے بہت کتابوں کے مؤلف بھی ہیں مثلاً "شرح مختصر کبیر وصغیر لابن عبدالحکم رحمہ اللہ تعالیٰ" "الرد علی المزنی رحمہ اللہ تعالیٰ" "کتاب الاصول" "کتاب اجماع اهل المدینہ"۔ ۳۹۵ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

۷ ابوالولید سلیمان بن خلف الباجی رحمہ اللہ: اندلس میں علم فقہ اور علم حدیث کی تعلیم حاصل کی اور مزید علوم حاصل کرنے کے لئے بلاد مشرق کی طرف سفر کیا۔

علامہ باجی رحمہ اللہ تعالیٰ مشہور ظاہری حافظ ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہم عصر تھے اور ان سے خوب مناظرے کئے آپ کی مشہور تالیفات میں "کتاب الاستبقاء فی شرح المؤطا، کتاب المنتقی" "کتاب السراج" وغیرہ شامل ہیں۔ ۴۹۴ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

۸ قاضی ابوالفضل عیاض بن موسی بن عیاض رحمہ اللہ: آپ علم تفسیر وحدیث کے امام سمجھے جاتے ہیں آپ کو علم اصول فقہ پر بھی کافی دسترس حاصل تھی علم عقائد میں آپ کی تالیف "الشفاء" بہت مشہور ہے دیگر تالیفات میں "اکمال شرح مسلم، تقریب المسالك لمعرفة اعلام مذهب مالك"، وغیرہ شامل ہیں۔ ۵۴۱ھ کو فوت ہوئے

ہیں۔

⑨ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی المعافری رحمہ اللہ: آپ بھی فقہ مالکی کے بہت زیادہ ماہر تھے اور آپ کی خدمات بھی فقہ مالکی کے لئے زیادہ ہیں، آپ نے متعدد کتابیں تالیف کیں ہیں ان میں "احکام القرآن" "کتاب المسالك في شرح المؤطا" اور "کتاب المحصول في الاصول" وغیرہ شامل ہیں۔ ۵۵۳ھ کو فوت ہوئے ہیں۔

⑩ ابومحمد عبداللہ بن نجم بن شاس الجذامی رحمہ اللہ: آپ بھی اس دور کے مشہور مالکیہ میں شمار ہوتے ہیں، آپ نے "الجواهر الثمينه في مذهب عالم المدينه" کے نام سے فقہ میں کتاب لکھی ہے ۶۱۰ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

اس دور میں اور بھی ایسے اکابرین مالکیہ موجود تھے جنہوں نے فقہ مالکی اور مسلمانوں کی خدمت کی ہے اور ان کے تذکرے سنہرے حروف سے لکھنے کے قابل ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر ان کا یہاں پر ذکر نہیں کیا جا رہا۔

اس دور کے مشہور فقہاء شافعیہ اور ان کی خدمات

① ابو اسحاق بن ابراہیم بن احمد المروزی رحمہ اللہ: امام مروزی رحمہ اللہ تعالیٰ عراق میں اس دور کے مشہور اہل فتاویٰ میں سے ہیں اور ان کو اس دور کے کامیاب اور تجربہ کار محدثین میں شمار کیا جاتا ہے انہوں نے "شرح مزنی" کے نام سے کتاب لکھی ہے۔ ۳۴۰ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

② ابو القاسم عبدالواحد بن الحسین الضمیری رحمہ اللہ: آپ بھی اس دور کے مشہور فقہاء شافعیہ میں سے ہیں اور فقہ شافعی کے لئے اس دور میں آپ نے بہت خدمات انجام دی ہیں آپ متعدد کتابوں کے مؤلف ہیں ان میں سے "الافصاح" "کتاب الكفاية" "کتاب القياس والعلل" "کتاب ادب المفتي والمستفتي" اور

"کتاب الشروط" وغیرہ شامل ہیں۔ ۳۸۹ھ کو فوت ہوئے ہیں۔

(۳) ابوعلی الحسین بن شعیب السنجی رحمہ اللہ: اس دور کے مشہور فقہاء شافعیہ میں سے ہیں آپ کو عالم خراسان کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے آپ نے بھی متعدد کتابیں تالیف کی ہیں ان میں سے "شرح مختصر، تلخیص ابن القاص اور فروع ابن الحداد وغیرہ شامل ہیں۔ ۴۰۳ھ کو فوت ہوئے ہیں۔

(۴) ابوالطیب طاہر بن عبداللہ الطبری رحمہ اللہ: آپ اس دور کے مشہور فقہاء شافعیہ میں سے ہیں آپ نے امام قدوری اور امام طالقانی رحمہم اللہ تعالیٰ سے بہت مناظرے کیے، خلاف وجدل میں کتابیں لکھی ہیں آپ اپنے زمانے کے عراق میں فقہ شافعی کے امام سمجھے جاتے ہیں آپ نے "شرح مختصر مزنی" کے نام سے کتاب تالیف کی ہے۔ ۴۵۰ھ کو فوت ہوئے ہیں۔

(۵) ابوالحسن علی بن محمد الماوردی رحمہ اللہ: آپ بھی اس دور کے مشہور فقہاء شافعیہ میں شمار ہیں آپ نے "الاحکام السلطانیہ، اور حاوی الاقناع" کے نام سے کتابیں لکھی ہیں سنہ ۴۵۰ھ کو فوت ہوئے ہیں۔

(۶) ابوعاصم محمد بن احمد الہروی رحمہ اللہ: آپ بھی اس دور کے مشہور فقہاء شافعیہ میں شمار ہیں آپ نے متعدد کتابیں تالیف کی ہیں ان میں سے "زیادات، مبسوط ہادی، اور ادب القضاۃ" وغیرہ شامل ہیں۔ ۴۵۸ھ کو فوت ہوئے ہیں۔

(۷) ابواسحاق ابراہیم بن علی الفیروز آبادی الشیرازی رحمہ اللہ: آپ بھی اس دور کے مشہور فقہاء شافعیہ میں شمار ہیں آپ مسائل کی تخریج ومناط میں ابن سریج کے قائم مقام تھے لساناً بہت فصیح تھے اور علم مناظرہ میں ضرب المثل تھے اور ابوعبداللہ الدامغانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے مناظرے کئے ہیں، اور متعدد کتابوں کے مؤلف بھی ہیں ان میں سے "التنبیہ ونکت فی الفقہ، ولمع وتبصرہ فی الاصول اور ملخص ومعونۃ فی الجدل" وغیرہ شامل ہیں۔ ۴۷۶ھ کو فوت ہوئے ہیں۔

❽ ابو المعالی عبد الملک بن عبد اللہ الجوینی المعروف بامام الحرمین رحمہ اللہ: آپ بھی اس دور کے مشہور فقہاء شافعیہ میں شمار ہیں اپنے والد محترم سے مکہ معظمہ میں فقہ پڑھی اور چار سال تک وہاں رہے اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنیاد پر آپ نے امام الحرمین کا لقب پایا جب نیشاپور واپس ہوئے تو نظام الملک طوسی نے آپ کے لئے مدرسہ نظامیہ کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا آپ کو مشرق میں فقہ شافعی کا امام کہا جاتا ہے آپ نے متعدد کتابیں تالیف کی ہیں ان میں سے "النهاية، برهان في الاصول، اور مغيث الخلق في ترجيح المسائل" وغیرہ شامل ہیں۔ ۴۷۸ھ کو فوت ہوئے ہیں۔

❾ حجۃ الاسلام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی رحمہ اللہ: تصوف کے امام، معلم اخلاق اور بہت بڑے فقیہ تھے آپ نے امام الحرمین سے علم فقہ پڑھی اور مدرسہ نظامیہ میں امام الحرمین کے بعد مدرس مقرر ہوئے آپ کو بہت سارے علوم پر دسترس حاصل تھی ان میں سے علم فقہ، علم اصول فقہ، علم حکمت وفلسفہ، علم کلام اور علم منطق وغیرہ شامل ہیں غرضیکہ آپ ہر فن کے جامع تھے آپ کی تالیفات بھی کثیر ہیں ان میں سے "احیاء علوم الدین اور کیمیائے سعادت" بہت زیادہ مشہور ہیں۔ ۵۰۵ھ کو فوت ہوئے ہیں۔

❿ محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف بن مری النووی رحمہ اللہ: آپ بھی اس دور کے مشہور فقہاء شافعیہ میں شمار ہیں امام غزالی رحمہ اللہ کی طرح آپ بھی بلند پایہ صوفی وزاہد تھے فقہاء شافعیہ میں آپ اصحاب ترجیح کا درجہ رکھتے ہیں آپ کو آخر المحققین بھی کہا جاتا ہے آپ کی تالیفات میں "الروضہ" اور "المنہاج" وغیرہ شامل ہیں۔ ۶۷۶ھ کو فوت ہوئے ہیں۔

اس دور میں اور بھی ایسے اکابرین شافعیہ موجود تھے جنہوں نے فقہ شافعی اور مسلمانوں کی خدمت کی ہے اور ان کے تذکرے سنہرے حروف سے لکھنے کے قابل ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر ان کا یہاں پر ذکر نہیں کیا جا رہا۔

اس دور کے مشہور فقہاء حنابلہ اور ان کی خدمات

❶ شیخ الاسلام حافظ ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد الہروی الانصاری رحمہ اللہ: آپ بلند پایہ محدث اور صوفی تھے، ان کو حنبلیت پر بہت ناز تھا اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ میں جب تک زندہ ہوں حنبلی ہی رہوں گا اور لوگوں کو میری یہ وصیت ہے کہ وہ حنبلی بن جائیں آپ کی تالیفات میں "الاربعین" "کتاب الفاروق" "کتاب منازل السائرین" وغیرہ شامل ہیں ۴۸۱ھ کو فوت ہوئے ہیں۔

❷ حافظ شمس الدین ابوالفرج عبد الرحمٰن بن علی البغدادی المعروف بابن الجوزی رحمہ اللہ: مشہور محدث ہیں اور متعدد کتابوں کے مؤلف ہیں ان میں سے "موضوعات" "صفۃ الصفوۃ" "تلبیس ابلیس" "اخبار الاخیار" اور "منہاج الصادقین" وغیرہ شامل ہیں ۵۸۹ھ کو فوت ہوئے ہیں۔

چونکہ فقہ حنبلی کے متبعین کی تعداد بنسبت اور فقہوں کے متبعین کے کم ہے دراصل فقہ حنبلی نہایت ہی سادہ ہے اور محدثین کے طرز پر ہے اس لئے ان کے فقہاء کے زیادہ حالات نہیں ملتے اور جن کے حالات ملتے ہیں وہ فقہ سے زیادہ علم حدیث میں ماہر ہیں اور مذکورہ دو بزرگ بھی علم حدیث کے زیادہ ماہر ہیں۔



چھٹا دور

عصر حاضر

یہ دور ساتویں صدی ہجری سے شروع ہو کر آج تک قائم ہے اس دور میں اجتہاد کی فضائیں یکسر تبدیل ہو گئیں، آزادی رائے پر بالکل پابندی عائد کی گئی، تحقیق وتفریع مسائل کا سلسلہ بھی بند ہو گیا اور جدل ومناظرے کے بازاروں میں بھی مندی رہی، اور ہر شخص اپنے مسلک کے قدیم فقہاء کی آراء واقوال پر نہایت ہی مضبوطی کے ساتھ قائم رہا ہر مسئلے میں اپنے ائمہ کے اقوال کو تلاش کرنے لگا،

ہر شخص کا مطالعہ اپنے مسلک کے ائمہ اور ان کے متبعین کی کتابوں تک محدود رہا دیگر مذاہب کے علماء کی کتابوں کی طرف رجوع نہایت ہی کم رہی اور ہر شخص اپنے مسلک میں مہارت کے درپے ہوا۔

اس دور میں گنے چنے علماء کے علاوہ کوئی اور شخص رتبۂ اجتہاد کو نہ پہنچ سکا اور یہ علماء بھی اس دور کے شروع کے ایام میں ہی رہے جبکہ وسط اور آج کل کے علماء میں ادوار سابقہ جیسے مجتہد نظر نہیں آتے، اس دور میں احناف میں سے جو مجتہدین پیدا ہوئے ان میں مشہور محقق علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ صاحب فتح القدیر، علامہ زیلعی رحمہ اللہ صاحب تبیین الحقائق اور علامہ ابن کمال پاشا رحمہ اللہ وغیرہ شامل ہیں،

مالکیہ میں سے علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ المتوفی ۷۰۲ھ ابن دقیق العید علم اصول حدیث اور رجال میں بہت زیادہ ماہر تھے۔

[illegible] میں سے علامہ [illegible] رحمہ اللہ، علامہ حافظ ابن [illegible] رحمہ اللہ اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ صاحب تالیفات کثیرہ۔

حنابلہ میں سے علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور علامہ ابن القیم رحمہ اللہ صاحب اعلام الموقعین وغیرہ شامل ہیں مگر یہ حضرات بھی ائمہ منتسبین سے آگے نہ بڑھ سکے، سلف کے مقابلے میں ان کے اقوال کا اعتبار نہ کیا گیا۔

اس دور کے چودھویں صدی میں اس دور کی حالت بھی مختلف ہوگئی اس دور میں آزادی رائے پر پابندی کے ساتھ ساتھ صرف ان کتب پر قناعت کرنا پڑا جو علماء کو دستیاب تھی اس دور میں کچھ سلف کی کتابیں تھیں اور کچھ ایسے متون لکھے گئے جن کا سمجھنا نہایت ہی دشوار تھا، اس لئے ان کے حواشی اور شروح لکھے گئے تاکہ ان کے سمجھنے اور ان کے پڑھنے میں آسانی ہو اور انہی کتب وحواشی اور چند فتاویٰ جات پر آج بھی احناف کا دارومدار ہے نیز آج بھی احناف انہی کتب سے مستفید ہوتے ہیں۔

اس دور کے چند اکابر فقہاء احناف

❶ تاج الشریعہ محمود بن صدرالشریعۃ رحمہ اللہ: آپ نے مشہور فقہی کتاب ہدایہ کی شرح لکھی ہے اور مشہور متن وقایۃ الروایۃ کے مؤلف بھی ہیں؛ یہ متن فاضل مؤلف نے اپنے پوتے صدرالشریعہ ثانی کے لئے "ہدایہ" سے منتخب کی تھی اس کے علاوہ بھی فقہ حنفی کے لئے آپ کی بہت خدمات ہیں۔ ۶۷۳ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

❷ النسفی محمد بن ابوالفضل رحمہ اللہ: آپ اس دور کے مشہور فقہاء احناف میں سے ہیں آپ نے عقائد اور منظومہ فقہ کے نام سے کتابیں لکھی ہیں۔ ۶۸۶ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

❸ النسفی ابوالبرکات حافظ الدین عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ: آپ اس دور کے مشہور فقہاء احناف میں سے ہیں آپ مشہور متن کنزالدقائق کے مؤلف ہیں جو اس وقت

برصغیر پاک وہند کے مدارس کے نصاب تعلیم میں شامل ہے، اصول فقہ میں آپ نے منار کے نام سے کتاب لکھی ہے جس کی شرح ملاجیون رحمہ اللہ نے نورالانوار کے نام سے تالیف کی ہے اور یہ بھی برصغیر پاک وہند کے مدارس کے نصاب تعلیم میں شامل ہے، علم تفسیر میں آپ کی مدارک التنزیل بہت مشہور ہے اس کے علاوہ بھی آپ نے دیگر کتابیں تالیف کیں ہیں۔ ۷۱۰ھ کو فوت ہوئے ہیں۔

❹ سر حلقہ سلسلہ حضرات نظامیہ چشتیہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء سلطان المشائخ محمد بن احمد بن علی بخاری بدیوانی دہلوی رحمہ اللہ: آپ بھی اس دور کے مشہور فقہاء احناف میں سے ہیں بلند پایہ صوفی، فقیہ اور محدث تھے۔ ۷۲۵ھ کو فوت ہوئے ہیں۔

❺ ابو محمد فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی رحمہ اللہ: آپ بھی اس دور کے مشہور فقہاء احناف میں سے ہیں مشہور متن کنز الدقائق کی مشہور شرح تبیین الحقائق کے مؤلف ہیں۔ ۷۴۳ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

❻ عالم بن علاء اندرینی رحمہ اللہ: آپ بھی اس دور کے مشہور فقہاء احناف میں سے ہیں ہندوستان میں پہلے فقہی کتاب تاتارخانیہ کو امیر تاتارخان کے حکم سے تالیف کیا۔ ۷۸۶ھ کو فوت ہوئے ہیں۔

❼ اکمل الدین محمد بن محمود احمد بابرتی رحمہ اللہ: آپ بھی اس دور کے مشہور فقہاء احناف میں سے ہیں آپ نے بہت سارے متون کی شرح لکھی ہے جس میں عنایہ شرح ہدایہ، شرح سراجیہ، شرح اصول بزدوی اور شرح مختصر ابن حاجب وغیرہ شامل ہیں۔ ۷۸۹ھ کو فوت ہوئے ہیں۔

❽ سر حلقہ سلسلہ حضرات نقشبندیہ سید الطائفہ خواجۂ خواجگان سیدنا حضرت سید بہاؤالدین نقشبندی رحمہ اللہ: آپ بھی اس دور کے مشہور فقہاء احناف میں سے ہیں بلند پایہ صوفی تھے ۷۹۱ھ کو فوت ہوئے ہیں۔

⑨ ابوبکر بن علی الحدادی رحمہ اللہ: آپ نے مشہور فقہی کتاب الجوہرہ النیرہ اور سراج الوھاج تالیف فرمائی ہے۔ ۸۰۰ھ کو فوت ہوئے ہیں۔

⑩ سید شریف علی بن محمد جرجانی رحمہ اللہ: شارح ہدایہ ومؤلف شرح وقایہ وشریفیہ۔ ۸۱۶ھ کو فوت ہوئے ہیں۔

⑪ محمد بن محمد بن محمد بن شہاب کردری رحمہ اللہ: مشہور فتاویٰ بزازیہ کے مؤلف ہیں آپ ابوخیر کردری کے لقب سے مشہور ہیں۔ ۸۲۸ھ کو فوت ہوئے ہیں۔

⑫ حافظ بدرالدین محمود بن احمد العینی رحمہ اللہ: آپ کا شمار بڑے فقہاء احناف میں ہوتا ہے آپ نے متعدد کتابوں کی شروحات لکھی ہیں جن میں شرح ہدایہ، شرح شرحِ معانی الآثار اور شرح بخاری شامل ہیں آپ فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بڑے محدث بھی تھے۔ ۸۵۵ھ کو فوت ہوئے ہیں۔

⑬ ابن الہمام کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید رحمہ اللہ: علامہ ابن الہمام کا شمار اس دور کے مجتہدین میں ہوتا ہے آپ کی تالیفات میں فتح القدیر اور التحریر فی الاصول شامل ہے۔ ۸۶۱ھ کو فوت ہوئے ہیں۔

⑭ احمد بن سلیمان بن کمال پاشاروی رحمہ اللہ: آپ کا شمار اصحاب ترجیح میں ہوتا ہے آپ نے بھی ہدایہ کی شرح تالیف کی ہے اور ایک کتاب اصلاح الوقایہ کے نام سے تالیف فرمائی ہے۔ ۹۴۰ھ کو فوت ہوئے ہیں۔

⑮ زین العابدین بن ابرہیم بن نجیم رحمہ اللہ: آپ نے مشہور فقہی کتاب کنز الدقائق کی شرح بحرالرائق کے نام سے لکھی ہے اس کے علاوہ الاشباہ والنظائر، رسائل زینیہ، شرح منار اور حاشیہ ہدایہ وغیرہ آپ کی تالیفات میں شامل ہیں۔ ۹۶۹ھ کو فوت ہوئے ہیں۔

⑯ محمد بن عبداللہ بن احمد تمرتاشی رحمہ اللہ: مشہور متن تنویرالابصار کے مؤلف ہیں اس کے علاوہ معین المفتی، تحفۃ الاقران، شرح مواہب الرحمان اور شرح زادالفقیر وغیرہ

آپ کی تالیفات میں شامل ہیں، ۱۰۰۴ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

۱۷ امام الاولیاء حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمہ اللہ: آپ نے اپنے مکاتیب شریفہ میں اپنا مسلک حنفی بتایا ہے۔ ۱۰۳۵ھ کو فوت ہوئے ہیں۔

۱۸ شیخ الہند حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ: آپ اپنے دور کے بہت بڑے فقیہ اور محدث تھے۔ "لمعات" اور "اشعة اللمعات و شرح السعادة" آپ کی مشہور تالیفات میں سے ہیں۔ ۱۰۵۸ھ کو فوت ہوئے ہیں۔

۱۹ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی رحمہ اللہ: مشہور متن درمختار کے مؤلف ہیں اور "در الملتقی" بھی آپ کی تالیف ہے۔ ۱۰۸۸ھ کو فوت ہوئے ہیں۔

۲۰ امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ: حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ برصغیر میں علوم فقہ وحدیث پھیلانے والوں میں سرفہرست ہیں اور اپنے دور کے کبار علماء میں آپ رحمہ اللہ کا شمار ہوتا ہے ان کی تالیفات میں عقد الجید، حجۃ اللہ البالغہ بہت مشہور ہے۔ ۱۱۷۶ھ کو فوت ہوئے ہیں۔

۲۱ علامہ شامی سید محمد امین المعروف بابن عابدین رحمہ اللہ: ردالمحتار کے مؤلف ہیں آپ کی یہ کتاب ایسی ہے کہ اس وقت پاکستان وہندوستان کے فتاویٰ جات میں سب سے معتمد سمجھی جاتی ہے اس کے علاوہ بھی آپ کی تالیفات ہیں۔ ۱۲۵۲ھ کو فوت ہوئے ہیں۔

ان حضرات کے علاوہ بھی اس دور میں ایسے قابل فقہاء احناف گزرے ہیں جن کی خدمات کا یہاں اختصاراً ذکر نہیں کیا گیا، ان حضرات میں ملا علی القاری، علامہ خیرالدین رملی، ملا نظام الدین برہان پوری، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، شاہ عبدالعزیز، مفتی بغداد علامہ محمود آلوسی، مولانا عبدالحئ لکھنوی، شیخ الہند مولانا محمود الحسن اور بانی جامعہ دارالعلوم دیوبند مولانا قاسم نانوتوی، مفتی اعظم ہند مولانا مفتی کفایت اللہ اور مفتی اعظم

پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع وغیرہ شامل ہیں اب یہاں سے برصغیر پاک وہند میں علم فقہ اور اسلام کی شیوع سے متعلق بحث ہوگی برصغیر کے کچھ فقہاء کا تذکرہ تو اس دور میں ہو چکا ہے جبکہ دیگر فقہاء کا تذکرہ آنے والی سطور میں کیا جائے گا۔

برصغیر پاک وہند میں علم فقہ

یہ بات بھی ذہن نشین کرنی چاہیے کہ علم فقہ صرف عرب ممالک تک محدود نہ رہا بلکہ جہاں جہاں اسلامی مملکتیں قائم ہوتی رہیں وہاں مسلمانوں کو یہ تمام مسائل درپیش تھے کہ وہ اسلام کے احکامات کی تعلیم حاصل کریں غرضیکہ جیسے جیسے اسلام کا حلقہ وسیع ہوتا گیا مسائل وذرائع کا دامن دراز ہوتا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ اس علم فقہ کی بھی مختلف صورتیں پیدا ہوتی گئیں اور اس کی ضرورت میں اضافہ ہوتا گیا اور علمائے فقہ کی تعداد زیادہ ہوتی گئی۔

پہلی صدی ہجری میں ہی اسلام کے لئے تقدم وترقی کی راہیں کھل گئی تھیں اور اس نے بحروبر کے دور ودراز فاصلوں کو طے کر کے برصغیر پاک وہند کو اپنی آغوش رحمت میں لیا تھا اور پھر یہاں مختلف اسلامی علوم نے اپنے لئے جگہ بنائی مفسرین ومحدثین وفقہاء پیدا ہوئے اور یہ تینوں قسم کے حضرات اپنے علمی فیضان کو عوام الناس میں منتقل کرتے رہے خصوصاً فقہاء کرام نے کتاب وسنت کے ذریعے لوگوں کو ان نو پید مسائل کی نشاندہی کروائی اور لوگوں کو ان میں حق کی راہ بتلائی انہی فقہاء کی شب وروز کی محنت کی وجہ سے کسی زمانے میں یہ برصغیر اسلامی علوم کا مرکز رہا اور یہاں بڑے بڑے فقہاء پیدا ہوئے جنہوں نے کتابیں لکھیں اور علم فقہ پھیلایا، قبل اس کے کہ یہاں کے فقہاء اور ان کی خدمات کے بارے میں کچھ لکھا جائے یہاں پر اسلام کی آمد کے متعلق بحث ہوگی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

دعوت اسلام کا فریضہ لے کر دنیا کے گوشے گوشے میں تشریف لے گئے اور جن ممالک تک ان کی رسائی ممکن تھی انہوں نے وہاں اسلام کی دعوت سے لوگوں کو آشنا کیا اور وہاں کے باشندے ان کے اخلاق سے متاثر ہوکر گروہ درگروہ اسلام میں داخل ہوئے،

خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب سے باہر کی دنیا کے حکمرانوں کو اسلام کی دعوت دی اور انہیں ایک حق و سچے دین کی طرف بلایا تاکہ یہ لوگ دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی سرخرو ہوں اسی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روم، ایران اور حبشہ کے بادشاہوں کو خطوط لکھے اور ان کی طرف اپنے قاصد روانہ فرمائے تاکہ یہاں کے حکمرانوں کے ساتھ ساتھ یہاں کے باشندے بھی اسلام کی دعوت قبول کرلیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی اطراف دنیا میں اسلام کو پھیلانے کے لئے دعوتیں دیں اور اپنے قاصد روانہ فرمائے اور یہی عظیم مقصد مدنظر رکھ کر بڑی جنگیں لڑیں اور فتوحات حاصل کیں چنانچہ خلفاء اربعہ کے دور خلافت میں ہی کچھ ممالک کو فتح کرلیا گیا تھا اور وہاں پر اسلامی نظام حکومت قائم کردی گئی تھی۔

امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ کے زمانے میں بہت سارے ممالک پر مسلمانوں نے اپنی حکومت قائم کی تھی اور امیر المؤمنین کی یہی کوشش رہی کہ اسلام کی دعوت دنیا کے ہر گوشے تک پہنچ جائے اور اسی مقصد کے لئے انہوں نے جنگیں بھی لڑیں، چنانچہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فتوحات کا تذکرہ کرتے ہوئے برصغیر کے مشہور اور معتمد تاریخ نگار مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی رحمہ اللہ اپنی کتاب تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ:

"عاصم بن عمرو نے سنہ ۲۳ھ میں ملک سیستان اور سہیل بن عدی نے کرمان فتح کیا۔ حکم بن عمرو التغلبی نے مکران یعنی بلوچستان کا ملک فتح

کیا اور جنگ عظیم کے بعد اس ملک کے راجہ راسل نے جو ایرانیوں کا طر فدار وباج گزار تھا شکست کھائی۔ حکم بن عمرو نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں فتح کی خوشخبری کے ساتھ چند ہاتھی بھی جو لوٹ میں آئے تھے بھیجے حضرت صحار عبدی حضرت حاکم کی طرف سے یہ خوشخبری اور ہاتھی لے کر مدینے گئے تھے۔" (تاریخ اسلام نصف اوّل ص ۳۱۰)

بلاذری نے اپنی مشہور تصنیف "فتوح البلدان" میں فتوح سندھ اور فتوح سلجستان و کابل کے عنوان سے انہی علاقوں کے واقعات خاصے تفصیل سے بیان کئے ہیں جس میں انہوں نے یہ بات بھی لکھی ہے کہ عرب مسلمانوں نے امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ کے زمانے میں سنہ ۱۵ ہجری میں ہی برصغیر کو مرکز توجہ ٹھہرالیا تھا۔

سنہ ۱۵ھ میں جب عثمان بن ابوالعاص ثقفی بحرین اور عمان کے گورنر مقرر ہوئے اپنی تقرری کے چند روز بعد ایک بحری بیڑا تیار کیا اور اپنے بھائی حکم بن ابوالعاص کو ہندوستان پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا اور تاریخی روایات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ بحری بیڑا بندرگاہ تھانہ پر پہنچا جو گجرات اور بمبئی کی سرحد پر واقع ہے یہ حملہ کامیاب رہا اور مسلمانوں کو کچھ مال غنیمت بھی ہاتھ آیا۔

اس کے بعد حکم بن العاص نے دوسرا بحری بیڑا لے کر ہندوستان کے گجرات پر حملہ کیا اور یہ گجرات پر ان کا دوسرا حملہ تھا اور اسی زمانے میں مسلمانوں نے اس علاقے پر اور بھی حملے کئے ہیں۔

تاریخ اسلام اور فتوح البلدان کی روایت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ کے زمانے میں ہی برصغیر میں اسلام کی کرنیں آئی تھیں۔

سندھ پر حملہ

اس کے بعد عثمان بن العاص نے اپنے دوسرے بھائی مغیرہ بن العاص کی سرکردگی میں ایک اور بحری بیڑا روانہ کیا جو سندھ کے مشہور شہر دیبل پہنچا اس بحری بیڑے کے مسلمانوں کو بھی اللہ جل شانہ نے فتح سے ہمکنار فرمایا اور انہی کے ہاتھوں دشمنوں کو شکست فاش دی اور مسلمانوں کو اس جنگ میں بھی کافی سارا مال غنیمت ہاتھ آیا،

الغرض جس زمانے میں مسلمانوں نے عرب سے باہر فاتحانہ قدم نکالا تو ملک سندھ میں بدھ مذہب کے راجہ حکمران تھے اور سندھ کے عوام ان راجاؤں کے غلام سمجھے جانے لگے تھے۔

بہر حال سندھ پر جو فیصلہ کن حملہ ہوا وہ تاریخ میں محمد بن قاسم رحمہ اللہ کے حملے کے نام سے مشہور ہے اسی حملے کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ:

> ''سندھ کا ملک چونکہ بصرہ و کوفہ یعنی عراق سے نسبتاً قریب تھا اور ایرانی حکومت کی سرحد اس سے ملتی تھی لہٰذا زیادہ تر شرارت پیشہ ایرانیوں کا ماموں ملک سندھ ہی بنا ہوا تھا اسلامی فتوحات کی سیلاب کو دیکھ دیکھ کر سندھ کا راجہ خود بھی ایرانیوں کی بربادی سے متاسف اور اس امر کا کوشاں تھا کہ کسی طرح ایرانی اپنی سلطنت پھر قائم کرسکیں۔ چنانچہ ایران کے آخری بادشاہ نے معرکہ نہاوند کے بعد کئی مرتبہ فوجیں جمع کر کے مسلمانوں کا مقابلہ کیا تو ان مقابلوں اور معرکوں میں سندھ کی امدادی فوج شاہ ایران کے ساتھ ضرور ہوتی۔ ایران کی سلطنت جب برباد ہوئی تو سندھ کے راجہ نے اپنے سرحدی ایرانی صوبوں کو اپنی سلطنت میں شامل

کر لیا اور مغلوب ومفتوح ایرانیوں نے کرمان وبلوچستان وغیرہ کے صوبوں کو بخوشی سندھ کے راجہ کو سپرد کر دیا تاکہ وہ مسلمانوں کے قبضے میں نہ جاسکیں اور اس کے معاوضے میں سندھ کے راجہ کی حمایت ان کو حاصل رہے۔ یہ باتیں محرک اس امر کی تھیں کہ مسلمان سندھ پر حملہ کر کے سندھ کے راجہ کو درست کریں لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بھی ایران وخراسان پر مکمل قبضہ نہ ہونے پایا تھا کہ اندرونی فسادات شروع ہو گئے اور سندھ کی طرف کوئی توجہ نہ ہو سکی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اندرونی خرخشوں سے نجات حاصل کر کے بیرونی ممالک کی طرف توجہ کی اور ان کے زمانے میں سندھ کے راجہ سے وہ صوبے جو ایرانی سلطنت کا جزء تھے واپس لینے کی کوشش کی گئی۔ اسی سلسلے میں معمولی چھیڑ چھاڑ سندھی فوجوں سے ہوئی لیکن ان کے بعد یزید کی حکومت میں پھر وہی اندرونی فسادات واپس آ گئے اور مسلمان بیرونی علاقوں کی طرف متوجہ نہ ہو سکے، عبدالملک کے زمانے میں پھر مسلمانوں کو بیرونی ممالک کی طرف متوجہ ہونے کا موقعہ نہ ملا اور حجاج نے جو مشرقی ممالک کا وائسرائے تھا۔ سندھ کے مقابلے میں افغانستان وبدخشاں کے حاکم رتبیل کی سرکوبی کو اس لئے مقدم سمجھا کہ وہ خراسان کے اسلامی صوبہ کے لئے بہت زیادہ خطرناک ہو سکتا تھا۔ چنانچہ حجاج کی زیادہ تر توجہ رتبیل اور اس کی وجہ سے بخارا کی طرف مبذول رہی۔ حجاج کے گورنر قتیبہ نے ملک چین تک کے سرکشوں کو سیدھا کرنے میں کار ہائے نمایاں دکھلائے۔ اس کے بعد سندھ کا ملک ہی ایسا ملک تھا کہ مسلمان سندھیوں سے اپنے حقوق واپس لینے اور سندھ کے راجہ کو آئندہ کے لئے درست رکھنے کی غرض سے اپنی طاقت وسطوت کا نمونہ دکھاتے

لیکن ابھی مسلمان اس ضروری کام کو اپنی طرف سے شروع نہ کر پائے تھے کہ خود سندھ کے راجہ نے مسلمانوں کو اپنے ملک پر حملہ آور ہونے کی دعوت دے دی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ کچھ مسلمان سوداگر جزیرہ سراندیپ میں بہ حالت سفر فوت ہو گئے تھے۔ ان کے یتیم بچے اور بیوہ عورتیں جو اس جزیرہ میں رہ گئیں، ان کو سراندیپ کے راجہ نے حجاج بن یوسف ثقفی اور خلیفہ ولید بن عبد الملک کی عنایت و مہربانی اپنی طرف مبذول کرنے کے لئے بہترین ذریعہ سمجھا۔ سراندیپ کا راجہ مسلمانوں کی فتوحات کا حال سن کر پہلے سے مرعوب اور اپنی نیازمندی کے اظہار کی غرض سے کسی ذریعہ اور حیلہ کا متلاشی تھا۔ چنانچہ اس نے ان یتیم بچوں اور بیواؤں کو بڑی تعظیم اور اکرام کے ساتھ اپنے معتمدوں کے ساتھ اپنے خاص جہاز میں بٹھا کر حجاج کے پاس روانہ کیا۔ بہت سے قیمتی تحفے اور ہدیے حجاج اور خلیفہ ولید کے لئے بھیجے اور ان یتیموں اور بیواؤں سے امید رکھی کہ یہ ضرور میری تعریف حجاج سے کریں گے یہ کشتیاں سراندیپ سے روانہ ہو کر ساحل کے قریب قریب سفر کرتی ہوئی خلیج فارس کی طرف روانہ ہوئیں کہ وہاں سے خشکی پر اتر کر یہ لوگ مع تحفہ وہدایا حجاج کی خدمت میں کوفہ پہنچیں گے، راستے میں باد مخالف کے طوفان نے ان کشتیوں کو سندھ کی بندرگاہ دیبل میں لا ڈالا یہاں سندھ کے راجہ مسمّی داہر کے سپاہیوں نے ان کشتیوں کو لوٹ لیا اور سواروں کو قید کر لیا یہ حال جب حجاج کو معلوم ہوا تو اس نے سندھ کے راجہ کو لکھا کہ وہ کشتیاں ہمارے پاس آ رہی تھیں تم لٹیروں کو قرار واقعی سزا دو اور کشتیوں کے آدمیوں کو مع سامان مسروقہ ہمارے پاس بھیج دو یہاں سے راجہ نے حجاج کو نہایت مغرورانہ اور نامعقول جواب لکھا۔ حجاج نے اول عبداللہ

اسلمی کو چھ ہزار فوج کے ساتھ سندھ روانہ کیا۔ عبداللہ سندھ میں پہنچ کر راجہ داہر کی فوج کا مقابلہ کرتا ہوا مارا گیا اور یہ مہم ناکام رہی۔ دوسری مرتبہ حجاج نے بدیل نامی سردار کو مامور کیا کہ وہ بھی چھ ہزار فوج لے کر دیبل پہنچ گیا مگر راجہ جے سب کے مقابلہ میں لڑتا ہوا گھوڑے سے گر کر شہید ہوا۔ اس خبر کو سن کر حجاج کو اور بھی زیادہ ملال ہوا۔ تیسری مرتبہ اس نے محمد بن قاسم کو جو اس کا داماد بھی تھا اور صرف سترہ سال کی عمر کا نوجوان تھا۔ چھ ہزار شامی فوج کے ساتھ سندھ کی طرف روانہ کیا محمد بن قاسم کے ساتھ اس مرتبہ شامی سپاہی اس لئے بھیجے گئے کہ حجاج کو اس بات کا شبہ تھا کہ عراقی و ایرانی سپاہی سندھیوں سے ساز باز رکھتے ہیں۔ محمد بن قاسم نے اول صوبہ مکران کو جس پر سندھیوں نے قبضہ کر رکھا تھا فتح کر کے سندھیوں کو بھگا دیا۔ دیبل پر آیا اس کو فتح کیا۔ نیرون اور برہمن آباد کی طرف بڑھا۔ راجہ داہر کے پاس نہ صرف ایرانی لوگ ہی پناہ گزین تھے بلکہ بہت سے عرب لوگ بھی جو خلیفہ وقت یا عمال خلافت سے باغی ہو کر بھاگے تھے، سندھ میں راجہ داہر کے پاس پناہ گزین تھے اس لئے بھی سندھ پر حملہ ناگزیر تھا۔ راجہ داہر نے مقابلہ کیا اور مارا گیا۔ اس کے بعد محمد بن قاسم نے یکے بعد دیگرے سندھ کے شہروں کو فتح کرنا شروع کیا حتیٰ کہ تمام ملک سندھ اور ملتان اس کے ہاتھ فتح ہوا۔

(تاریخ اسلام نصف اول ص ۵۷۱، تا ۵۷۳)

سندھ پر جو فیصلہ کن حملہ ہوا وہ تاریخ میں محمد بن قاسم رحمہ اللہ کے حملے سے منسوب و معروف ہے اور محمد بن قاسم رحمہ اللہ کی شجاعت اور بہادری کا نتیجہ ہی تھا کہ سندھ پر انہوں نے قبضہ کر کے وہاں پر عدل و انصاف قائم کیا۔

مسلمانوں کے جو عساکر یہاں آئے اور جنہوں نے ان علاقوں میں راجاؤں

کے خلاف جنگوں میں حصہ لیا ان عساکر میں بہت بلند پایہ ہستیاں شامل تھیں ان عساکر میں علماء کبار تابعین، تبع تابعین سب شامل تھے کیونکہ یہ اسلام کا ابتدائی زمانہ تھا اور یہ زمانہ خیر البشر کی زبان مبارک سے خیر القرون کہلایا گیا ہے۔

"وخیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم"

بعض مؤرخین نے یہاں تک لکھا ہے کہ سندھ میں راجاؤں کے خلاف جنگ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی موجود تھے۔

چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ان علاقوں کی جنگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

"وکان فی عساکرھم وجیوشھم فی الغزو الصالحون والاولیاء والعلماء من کبار التابعین فی کل جیش منھم شرذمة عظیمة ینصر اللّٰہ بھم دینہ" (البدایہ والنہایہ ج،۹ص۸۷)

یعنی ان علاقوں کی جنگوں میں ایسی ہستیاں شریک تھیں کہ ان کی وجہ سے اللہ جل شانہ نے اپنی دین کی نصرت فرمائی۔

اور ان کی وجہ سے یہ علاقے ہندوؤں اور غیر مسلموں کے تسلط سے آزاد ہوئے اور یہاں پر اسلامی حکومت قائم ہوئی۔

انہی علاقوں کے فاتحین کا تذکرہ کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ:

"وقبل ذالك قد کان الصحابة فی زمن عمرو عثمان فتحوا غالب ھذہ النواحی ودخلوا فی مبانیھا"

(البدایہ والنہایہ ج، ۹ص۸۸)

سندھ کی فتح میں حجاج کی توجہ کا مرکز محمد بن قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ ہی رہے اور حجاج اپنے قاصدوں کے ذریعے ہمیشہ ان کے لئے پیغامات اور ہدایات بھیجا کرتے تھے، محمد

بن قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ سندھیوں کے لئے ایک عادل اور نہایت ہی مشفق حکمران ثابت ہوئے اس فاتح نوجوان نے جس رواداری، بردباری سرچشمی اور لطف وعطاء کا اظہار کیا اس کی مثالیں تاریخ عالم میں بہت کم دستیاب ہیں۔

محمد بن قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ ملتان کو فتح کر چکا تھا کہ اس کے پاس حجاج بن یوسف کی موت کی خبر آئی مگر انہوں نے اپنا مشن جاری رکھا اور ۹۲ھ تک بندر سورت سے لے کر ملک کشمیر کے تمام مغربی ہندوستان کو فتح کر چکا تھا۔

سندھ اور برصغیر کے مکمل فتح کی داستان ذکر کرنا اس وقت ہمارا موضوع بحث نہیں ہے اور نہ ہی ہم ان کی تفصیلات میں جانا چاہتے ہیں فقط ان باتوں کی وضاحت مقصود ہے جن کا ان علاقوں میں علوم دینیہ کی ترویج واشاعت اور فقہ اسلامیہ کے نشر وذیوع سے براہ راست یا گہرا تعلق ہے۔

مندرجہ بالا سطور سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ برصغیر پاک وہند میں ابتداء ہی سے فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے نیز تاریخی روایات سے یہ بات بھی معلوم ہو چکی ہے کہ یہاں پر آنے والوں میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین اور تبع تابعین شامل ہیں۔

انہوں نے سب سے پہلے انہی مقاصد کو ہدف توجہ ٹھہرایا ہوگا جو آگے چل کر ان علاقوں میں فروغ دین اور اشاعت اسلام کا موجب بن سکیں اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے ایسا ہی کیا، بلاذری رحمہ اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے کہ جب عرب کے صحرانشینوں نے عرب سے نکل کر سندھ میں اسلام کی صدائیں بلند کی تو بہت سارے سندھیوں نے ان کی صداؤں پر لبیک کہا اور اسلام میں داخل ہوئے چنانچہ جب دیبل فتح ہوا تو محمد بن قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے وہاں پر ایک مسجد قائم کی جو تاریخ میں محمد بن قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام سے مشہور ہے اور نیرون نامی علاقے پر فتح حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں نے وہاں بھی ایک مسجد قائم کی جو دیبل کی مسجد جیسے بڑی تھی اور اس

کے بعد مسلمانوں نے جو بھی علاقہ فتح کیا وہاں مسجدوں کی سنگ بنیاد ڈالی اور بہت جلد ہی یہ مساجد ایک علمی اور فقہی مرکز کا رخ اختیار کر گئیں۔

یہاں انہی مساجد سے ایسے برگزیدہ افراد پیدا ہوئے جو تاریخ میں بڑے علماء، صلحاء، محدثین اور فقہاء کے نام سے مشہور ہوئے۔

برصغیر کے چند معروف ومشہور فقہاء وبرگزیدہ شخصیات

❶ مولانا اسلامی دیبلی رحمہ اللہ: ان کا تعلق دیبل شہر سے تھا انہوں نے اسلام محمد بن قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر قبول کیا نیز یہ وہ شخص ہیں کہ جن کو محمد بن قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ نے قاصد بنا کر راجہ داہر کے پاس بھیجا تھا اور ان کی راجہ داہر کے ساتھ بڑی دلچسپ گفتگو ہوئی تھی۔

❷ اسرائیل بن موسیٰ بصری رحمہ اللہ تعالیٰ: انہوں نے حسن بصری، محمد بن سیرین، ابوحازم اشجعی اور وہب بن منبہ رحمہم اللہ وغیرہ سے روایات لی ہیں اور سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ اور یحییٰ بن سعید القطان رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان سے روایات لی ہیں۔ ان کا تعلق بصرہ سے تھا لیکن انہوں نے بصرہ کو چھوڑ کر ہندوستان کو اپنا مسکن بنایا تھا۔

❸ قاضی موسیٰ بن یعقوب ثقفی رحمہ اللہ: یہ عربی النسل تھے لیکن سندھ میں آباد ہونے کی وجہ سے سندھی بہت زیادہ مشہور تھے ۹۳ ہجری میں محمد بن قاسم نے ان کو ارور کا قاضی مقرر کیا تھا بلند پایہ فقیہ بھی تھے۔

❹ ابومعشر نجیح بن عبدالرحمٰن سندھی رحمہ اللہ: یہ بزرگ کسی اہل مدینہ کے آزاد کردہ غلام تھے بہت بڑے عالم اور فقیہ تھے۔

❺ عبداللہ بن محمد علوی رحمہ اللہ: یہ ہاشمی تھے اور امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد میں سے تھے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آل بیت میں یہ پہلے بزرگ ہیں جو ہندوستان تشریف لائے۔

❻ ابو محمد عبداللہ منصوری رحمہ اللہ: سندھ کے مشہور شہر منصورہ کے رہنے والے تھے انہوں نے بہت سارے محدثین سے روایت کی ہے اور ان سے بھی بہت سارے محدثین نے روایت کی ہے یہ منصورہ کے قاضی تھے اور بڑے محدثین میں ان کا شمار ہوتا ہے، مقدسی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں کہ:

"اکثرھم اصحاب الحدیث ورایت القاضی ابامحمد المنصوری داؤد یا اماما فی مذھبه له تدریس و تصانیف وقد صنف کتباعدۃ حسنة" (احسن التقاسیم)

❼ عمرو بن مسلم باہلی رحمہ اللہ: ان کو امیر المؤمنین عمر ثانی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے سندھ میں عامل بنا کر بھیجا تھا بڑے عالم، فقیہ اور صالح بزرگ تھے ایک سکھ رہنما جے سنگھ نے ان کے اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا تھا۔

❽ ابوبکر بن ربیع صبیح سعدی رحمہ اللہ: نہایت صالح اور پاک باز بزرگ تھے علم فقہ اور حدیث پر دسترس حاصل تھی عرب سے آ کر سندھ میں رہائش پذیر ہو گئے تھے۔

❾ خلف بن محمد دیبلی رحمہ اللہ: انہوں نے سندھ کے مشہور عالم علی بن موسیٰ دیبلی سے روایت کی ہے انہوں نے سندھ سے بغداد کی طرف ہجرت کی تھی۔

❿ ابو العباس احمد بن محمد بن صالح منصوری سندھی رحمہ اللہ: محمد بن قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ شہر منصورہ کے قاضی القضاۃ تھے اور داؤد ظاہری رحمہ اللہ تعالیٰ کے متبعین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

⓫ ابو نصر فتح اللہ بن عبداللہ سندھی رحمہ اللہ: یہ علم فقہ میں ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ علم کلام کے بھی امام سمجھے جاتے تھے انہوں نے علم فقہ اور علم کلام کی تعلیم ابو علی محمد بن عبدالوہاب ثقفی رحمہ اللہ تعالیٰ سے حاصل کی تھی اور حسن بن سفیان رحمہ اللہ تعالیٰ سے علم حدیث کی روایت کی ہے۔

⓬ علی بن عثمان ہجویری رحمہ اللہ: بلند پایہ محدث اور فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک

بہت بڑے ولی اللہ بھی تھے آپ کا تعلق افغانستان کے شہر غزنی سے تھا آپ نے غزنی سے لاہور کی طرف ہجرت کی اور تادمِ مرگ وہاں پر لوگ ان سے استفادہ کرتے رہے۔

۱۳ حسین زنجانی لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ: یہ بزرگ تاریخ میں فخر الدین حسین زنجانی لاہوری سے مشہور ہیں بہت بڑے فقیہ اور عالم تھے اور اس دن یہ بزرگ لاہور آئے جس دن شیخ عثمان علی بن ہجویری رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتقال ہوا۔

۱۴ شیخ ابوبکر بن یوسف سجزی رحمہ اللہ: سلطان غیاث الدین بلبن اور اس کے پہلے کے بادشاہوں کے دور میں ہندوستان کے دارالحکومت دہلی میں درس وتدریس میں مشہور ہوئے علم فقہ، اصول فقہ اور علوم عربیہ کے اکابر علماء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

۱۵ عمرو بن سعید لاہوری رحمہ اللہ: ایک بہت بڑے عالم اور بلند پایہ کے محدث تھے اور ہندوستان کے شہر لاہور میں مقیم تھے اور یہ شہر تقسیم ہند کے بعد پاکستان میں واقع ہے۔

۱۶ شیخ اسحاق بن علی بخاری دہلوی رحمہ اللہ: دہلی اور گرد ونواح کے نامور فقہاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

۱۷ مولانا برہان الدین بزار رحمہ اللہ: سلطان غیاث الدین بلبن کے دور کے مشہور و معروف فقیہ تھے۔

۱۸ شیخ حسن بن محمد صغان رحمہ اللہ: یہ بزرگ لاہور میں پیدا ہوئے علم حدیث کے بہت زیادہ ماہر تھے علم فقہ، اصول فقہ اور دیگر عربی علوم میں آپ درجہ اجتہاد پر پہنچے ہوئے تھے سلطان شمس الدین کے زمانے کے جید علماء اور فقہاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

۱۹ مولانا سدید الدین دہلوی رحمہ اللہ: سلطان غیاث الدین بلبن کے دور کے مشہور ومعروف فقیہ تھے، علم فقہ اور اصول فقہ میں بہت زیادہ ماہر تھے۔

٢٠ شیخ اسحاق مغربی رحمہ اللہ: علم فقہ واجتہاد میں ایک اعلیٰ درجہ پر فائز تھے سرزمین ہند کے شہرہ آفاق اولیائے کرام میں آپ کا شمار ہوتا ہے سلطان فیروز شاہ تغلق کے دور میں ان کے دربار میں آپ کو بڑی عزت حاصل رہی ہے۔

٢١ مولانا شرف الدین دہلوی رحمہ اللہ: سلطان شمس الدین کے زمانے کے آدمی تھے اور دہلی سے نکل کر سنار گاؤں چلے گئے اور وہاں پر آپ کا انتقال ہوا۔

٢٢ شیخ محمد بن ماموری لاہوری رحمہ اللہ: فقہ شافعی کے جلیل القدر فقہاء میں سے تھے لاہور سے ہجرت کر کے خراسان چلے گئے تھے۔

٢٣ قاضی وجیہ الدین کاشانی رحمہ اللہ: سلطان قطب الدین ایبک کے زمانے میں ہندوستان کے قاضی القضاۃ تھے بلند پایہ عالم اور فقیہ تھے۔

٢٤ قاضی ابوحنیفہ بھکری سندھی رحمہ اللہ: سلطان محمد شاہ تغلق کے دور حکومت کے آدمی ہیں اور اس دور میں آپ قاضی مقرر ہوئے تھے مشہور سیاح ابن بطوطہ نے ان سے ملاقات کا دعویٰ کیا ہے۔

٢٥ مولانا برہان الدین بھکری سندھی رحمہ اللہ: سلطان علاؤ الدین محمد شاہ خلجی کے عہد سلطنت میں دہلی کے ایک کامیاب مدرس تھے۔

برصغیر پاک وہند کے جن علماء اور فقہاء کا یہاں تذکرہ کیا گیا ان کی تفصیلات دیکھنے کے لئے ''نزہۃ الخواطر'' کا مطالعہ کیا جائے اس کے علاوہ بھی صاحب نزہۃ الخواطر نے بہت سارے علماء اور فقہاء کا تذکرہ کیا ہے جن کا یہاں اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے ذکر نہیں کیا گیا ہے، گیارہویں صدی کے اوائل کے مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اور بارہویں صدی کے امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ، اور تیرہویں صدی کے مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ چودہویں صدی کے مولانا مفتی کفایت اللہ مفتی اعظم ہند اور مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ مفتی اعظم پاکستان جیسے برگزیدہ افراد کا ذکر قلیل گزر چکا ہے۔

کتابیات (مراجع الکتب)

قرآن کریم
تفسیر روح المعانی
سنن ابی داؤد
مشکوۃ المصابیح
فتح الباری
ہدی الساری
جامع المسانید للخوارزمی
سنن ترمذی
مدخل فی اصول الحدیث
المصفیٰ شرح الموطا
بستان المحدثین
تدریب الراوی
تبییض الصحیفہ
نیل الاوطار
البرھان
میزان الکبریٰ
لسان العین فی مشائخ الحرمین
البدایۃ والنھایۃ
نزھۃ الخواطر
تاتارخانیہ
شامی
مقدمہ درمختار
الخیرات الحسان
شرح فقہ اکبر
نورالانوار
مناقب الامام الاعظم
تأنیب الخطیب للعلامۃ الکوثری
المواھب الشریفہ
عقود رسم المفتی
حیات امام احمد بن حنبل
آغا خانیت کیا ہے؟
تاریخ اسلام
احسن التقاسیم
طبقات الحنابلہ
تذکرۃ النعمان
مناقب موفق
سیرت النعمان
برصغیر میں علم فقہ
تعلیق البرنی علی الخیرات الحسان

حلال و حرام

جس میں، عقیدہ و ایمان، معاشرت و معاملات، لباس و غذا، ازدواجی زندگی، شعر و ادب، کسب معاش اور صفائی وغیرہ سے متعلق حلال و حرام احکام کے علاوہ آداب و اخلاق اور زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق سُنّتِ نبوی ﷺ پر مستند و مُدلّل طریقہ پر عام فہم اور دلچسپ زبان میں روشنی ڈالی گئی ہے، نیز حلال و حرام سے متعلق شریعت کے بنیادی اصول و قواعد بھی واضح کیے گئے ہیں۔ اِس کتاب کے مطالعہ سے ''اسلامی زندگی'' کے صحیح خط و خال سامنے آتے ہیں اور ''مومنانہ کردار'' کے ساتھ زندگی گزارنے کا سبق اور پیغام مِلتا ہے۔

از

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

زمزم پبلشرز

اجتہاد و تقلید کا آخری فیصلہ

www.KitaboSunnat.com

افادات

حکیم الامت حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہ

ترتیب

حضرت مولانا محمد زید مظاہری ندوی

خادم الافتاء والتدریس جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ

زمزم پبلشرز

مَن یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ (الحدیث)

فقہ حنفی کے اُصول وضوابط

منتخب از مواعظ وملفوظات

حکیم الامت حضرت اقدس تھانوی نوّر اللہ مرقدہ

مرتب

حضرت مولانا محمد زید مظاہری ندوی

خادم الافتاء والتدریس جامعہ عربیہ ہتورا باندہ

نظرِ ثانی

مفتی احسان اللہ شایق

جامعۃ الرشید احسن آباد۔ کراچی

زمزم پبلشرز

نزد مقدس مسجد۔ اردو بازار۔ کراچی

فون ۷۷۲۵۶۷۳

آداب افتاء واستفتاء

افادات

حکیم الامت حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہ

ترتیب

حضرت مولانا محمد زید مظاہری ندوی
خادم الافتاء والتدریس جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ

کتاب نمبر ____________

زمزم پبلشرز



زمزم پبلشرز
فون:0092-21-2761671,0092-21-2760374
فیکس:0092-21-2725673
ای میل:info@zamzampub.com , zamzam01@cyber.net.pk
ویب سائٹ:http://www.zamzampub.com